۹۹واں باب

شریعتِ موسوی اور شریعتِ محمدی

۹۱: سُوۡرَۃُ النَّحۡل [۹۸ — ۳۰: عمّ]

سُوۡرَۃُ النَّحۡل کے زمانہ نزول کے تعین کی حقیقی بنیادیں	۲۲
۹۱: سُوۡرَۃُ النَّحۡل [۱۶ — ۱۴: ربما]	۲۳
منکرینِ مکہ کو آخری وارننگ	۲۳
اللہ کی جانب سے انسانوں کے لیے سامانِ اظہارِ زینت اور پوشیدہ نعمتیں	۲۴
جنھوں نے حق کی خاطر ظلم سہا، صبر کیا اور ہجرت کی	۲۹
کائنات کی ہر چیز اللہ کی مطیع فرمان ہے سوائے تکبر کے مارے مشرکین کے	۳۰
گزرے ہوئے اللہ کے نیک بندوں کو معبود بنانا اور پوجنا	۳۱
اللہ کی معرفت کے کائنات میں مظاہر	۳۳
انسانوں کی مثالیں اللہ پر چسپاں نہ کرو	۳۴
گزرے ہوئے برگزیدہ بندے، جنھیں پوجا گیا	۳۶
یثرب میں نمازِ جمعہ کا آغاز اور آیتِ خطبہ جمعہ کا نزول	۳۸
یثرب میں داخلے سے قبل یہود کو معاہدوں کی پابندی کا درس	۳۹
ہجرت سے ماقبل یہود سے خطاب کی اہمیت	۴۱
بہترین عمل کے معیار پر سارے اعمال کا اجر تخمین ہوگا	۴۲
جو مشرکین یا کلمہ گو مسلمان اللہ کی آیات کو فیصلہ کن نہیں مانتے	۴۴
جو ایمان لانے کے بعد کلمہ کُفر کہنے پر زبردستی مجبور کیا گیا	۴۵
اہلِ ایمان، جو ایمان کے جرم میں ستائے گئے	۴۶
ایک خوش حال بستی، جو اللہ کے عذاب میں مبتلا ہوگئی	۴۶
شریعتِ موسوی اور شریعتِ محمدی	۴۸

باب# ۹۹

شریعتِ موسوی اور شریعتِ محمدی

سُوْرَۃُ النَّحْل کب نازل ہوئی

یہ سورۃ اپنے اندازِ بیان اور نفسِ مضمون کے اعتبار سے نزولی ترتیب میں تیرہویں برس کے آخر میں بیعتِ عقبہ ثانیہ سے قبل موزوں نظر آتی ہے۔ اگرچہ ۵۹ویں باب [جلد چہارم، صفحات ۱۳۸تا۱۴۲] میں مکی دور کے آخری سات برسوں میں نزول قرآن پر گفتگو کے دوران سُوْرَۃُ النَّحْل کے زمانہ نزول پر کافی گفتگو ہو چکی ہے مگر مناسب ہے کہ اس سورہ کے مطالعے کے موقع پر اُس کو دُوبارہ تازہ کر لیا جائے تا کہ جن اذہان سے محو ہو گئی ہے، وہ اُس کو دُہرا لیں اور جو اُس کو مطالعہ کیے بغیر آگے بڑھ گئے تھے وہ اب اس کو اپنے زیادہ موزوں مقام پر دیکھ لیں۔ جن قارئین کے ذہن میں وہ تازہ ہے وہ اس حصّے سے آگے نکل skip جائیں۔

اس سورہ میں بعض واقعاتی اشارے:

مفسرین کے درمیان اس میں کوئی اختلافِ رائے نہیں کہ یہ ایک مکی سورۃ ہے، تاہم یہ اندازہ کرنا کہ مکے میں زمانی ترتیب میں اس کا کیا مقام ہے، مشکل مسئلہ ہے، تاہم اس کے مضامین سے اس کے زمانہ نزول کے تعین کے بارے میں ہمیں مفید اشارے ملتے ہیں:

۱. آیت ۱۰۶ یہ بتاتی ہے کہ اگر کوئی شخص ناقابل برداشت اذیّت سے مجبور ہو کر کلمہ کفر کہہ بیٹھے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یہ سوال اُس وقت اُٹھا تھا جب ظلم و ستم پوری شدت کے ساتھ ہو رہا تھا، ظاہر ہے یہ زمانہ سنہ چار نبوی کے اواخر سے پانچ نبوی کے اواخر کا ہے۔ لہٰذا یہ بات طے ہے کہ یہ آیت اسی دوران نازل ہوئی ہو گی، فرمایا گیا: مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ترجمہ: جو شخص ایمان لانے کے بعد کُفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اُس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضا مندی سے کُفر کو قبول کر لیا اُس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔

۲. آیت ۴۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے: وَ الَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا فِی اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً ؕ وَ لَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ اَکۡبَرُ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۱﴾ ترجمہ: جو لوگ ظلم سہنے کے بعد اللہ کی خاطر ہجرت کر گئے ہیں ان کو ہم دنیا ہی میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔ کاش جان لیں۔ ظاہر ہے یہ ہجرتِ مدینہ نہیں بلکہ ہجرتِ حبشہ کی جانب اشارہ ہے، گویا یہ سورہ مبارکہ سنہ پانچ نبوی کے بعد کبھی نازل ہوئی ہے۔

۳. آیات ۱۱۲ – ۱۱۴ میں قریش کے مبتلائے قحط ہونے اور اُن کے درمیان اللہ کے رسول کی دعوت کا ایک نقشہ کھینچا گیا ہے، یہ قحط سنہ ۶ نبوی میں آیا تھا، آیات ملاحظہ فرمایئے: وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرۡیَةً کَانَتۡ اٰمِنَةً مُّطۡمَئِنَّةً یَّاۡتِیۡهَا رِزۡقُهَا رَغَدًا مِّنۡ کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتۡ بِاَنۡعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ وَ الۡخَوۡفِ بِمَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ لَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡهُمۡ فَکَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَهُمُ الۡعَذَابُ وَ هُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾ فَکُلُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّ اشۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اِیَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾ ترجمہ: اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے۔ وہ امن واطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی اور ہر طرف سے اُس کو بفراغت رزق پہنچ رہا تھا کہ اُس نے اللہ کی نعمتوں کا کُفران شروع کر دیا۔ تب اللہ نے اُس کے باشندوں کو اُن کے کرتُوتوں کا یہ مزہ چکھایا کہ بھُوک اور خوف کی مصیبتیں اُن پر چھا گئیں۔ اُن کے پاس اُن کی اپنی قوم میں سے ایک رسُول آیا۔ مگر اُنھوں نے اس کو جھُٹلادیا۔ آخر کار عذاب نے اُن کو آلیا جب کہ وہ ظالم ہو چکے تھے پس اے لوگو، اللہ نے جو کچھ حلال اور پاک رزق تم کو بخشا ہے اُسے کھاؤ اور اللہ کے احسان کا شکر ادا کرو اگر تم واقعی اُسی کی بندگی کرنے والے ہو۔

اِن آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مکّہ میں سنہ ۶ نبوی میں، جو زبردست قحط رُونما ہوا تھا وہ اِس سورۃ کے نزول کے وقت ختم ہو چکا تھا۔

اِن تینوں نکات سے زمانہ نزول کے بارے میں یہ امکانی باتیں سامنے آتی ہیں:

۱. ظلم وستم کی گرم بھٹی کے دوران [اوائل سنہ ۵/۴ نبوی]

۲. قحط کے بعد [اواخر سنہ ۵ نبوی]

۳. ہجرتِ حبشہ کے بعد [اوائل سنہ ۶ نبوی]

سُوْرَۃُ النَّحْل اور سُوْرَۃُ الْاَنْعَام میں ایک دوسرے کے حوالے: اوپر بیان کردہ شہادتوں سے یہ یقینی علم حاصل ہوتا ہے کہ یہ سورۃ سنہ ۶ نبوی سے قبل نازل نہیں ہوئی، مگر اِن تینوں قرائن یا شہادتوں کے علاوہ سُوْرَۃُ النَّحْل اور سُوْرَۃُ الْاَنْعَام کے درمیان دو آیتوں کے دو ایسے سیٹ sets بنتے ہیں، جن میں ایک جیسے موضوعات کی آیات کا ہونا اور کسی ایک میں دوسری کا حوالہ ہونا یہ مضبوط قرینہ مہیا کرتا ہے کہ دونوں سورتوں کے زمانہ نزول آس پاس ہی کسی وقت ہیں، جب یہ موضوعات زیرِ بحث آرہے تھے۔ اِن دونوں سورتوں میں آیات کے اِن دو سیٹوں کے تقابلی مطالعے سے ایک مشکل یہ در آتی ہے کہ پہلے سیٹ [نحل کی ۱۱۵ اور انعام کی ۱۱۹ ویں آیات کے سیٹ] سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ سُوْرَۃُ النَّحْل پہلے نازل ہوئی ہے یا کم از کم سُوْرَۃُ النَّحْل کی ۱۱۵ سُوْرَۃُ الْاَنْعَام کی ۱۱۹ سے قبل نازل ہوئی ہے، جب کہ دوسرے سیٹ [نحل کی ۱۱۸ اور انعام کی ۱۴۶ ویں آیات کے سیٹ] سے بالکل اُلٹ نتیجہ اخذ ہوتا ہے، یعنی سُوْرَۃُ الْاَنْعَام کا نزول پہلے ہے؛ آیئے ان سیٹس sets کو دیکھتے ہیں۔

وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿سُوْرَۃُ الْاَنْعَام ۱۱۹﴾ ترجمہ: اور آخر کیا وجہ ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کی تفصیل بتا دی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تمھیں سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو خوب جانتا ہے۔	اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿سُوْرَۃُ النَّحْل ۱۱۵﴾ ترجمہ: تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے حرام ہیں پھر اگر کوئی بے بس کر دیا جائے نہ وہ خواہشمند ہو اور نہ حد سے گزر جانے والا ہو تو یقیناً اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اس جوڑے [سیٹ] میں سُوْرَۃُ الْاَنْعَام کی آیت یہ ظاہر کر رہی ہے کہ اس میں بیان کردہ حکم [جس چیز پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے حرام ہے] پہلے سُوْرَۃُ النَّحْل میں نازل ہو چکا ہے۔ جب کہ اِن دو سورتوں میں آیات کے دوسرے جوڑے میں اس سے ایک مختلف بات سامنے آتی ہے

وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿سُوْرَۃُ الْاَنْعَام ۱۴۶﴾ ترجمہ: اور جو یہودی ہوئے ان پر ہم نے سارے ناخن والے جانور حرام کیے اور گائے اور بکری کی چربی حرام کی بجز اس کے جو ان کی پیٹھ یا انتڑیوں سے وابستہ یا کسی ہڈی سے لگی ہوئی ہو۔ یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی اور ہم بالکل سچے ہیں۔	وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿سُوْرَۃُ النَّحْل ۱۱۸﴾ ترجمہ: اور یہودیوں پر جو کچھ ہم نے حرام کیا تھا اسے ہم پہلے ہی سے آپ کو سنا چکے ہیں ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے

سُوْرَۃُ النَّحْل اور سُوْرَۃُ الْاَنْعَام میں سے کون سی سورۃ پہلے نازل ہوئی

مذکورہ مشکل کا یعنی اس بات کے تعین کا کہ اِن دونوں میں سے کون سی سورہ پہلے نازل ہوئی تفہیم القرآن میں سورہ نحل کے حاشیہ ۱۱۸ میں اِس مشکل مسئلے کا ایک قابل قبول حل [واللہ اعلمُ] پاتے ہیں:

"اس جگہ ایک اِشکال پیش آتا ہے۔ سورۂ نحل کی اس آیت میں سورۂ انعام کی ایک آیت کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ انعام اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ لیکن ایک مقام پر سورۂ انعام میں ارشاد ہوا ہے کہ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ (آیت نمبر ۱۱۹)۔ اس میں سورۂ نحل کی طرف اشارہ ہے، کیوں کہ مکّی سورتوں میں سورۂ انعام کے سوا بس یہی ایک سورۃ ہے جس میں حرام چیزوں کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے کون سی سورۃ پہلے نازل ہوئی تھی اور کون سی بعد میں؟ ہمارے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ پہلے سورۂ نحل نازل ہوئی تھی جس کا حوالہ سورۂ انعام کی مذکورہ بالا آیت میں دیا گیا ہے۔ بعد میں کسی موقع پر کفار مکہ نے سورۂ نحل کی اِن آیتوں پر وہ اعتراضات وارد کیے جو ابھی ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس وقت سورۂ انعام نازل ہو چکی تھی۔ اس لیے ان کو جواب دیا گیا کہ ہم پہلے، یعنی سورۂ انعام میں بتا چکے ہیں کہ یہودیوں پر چند چیزیں خاص طور پر حرام کی گئی اس لیے اس کا جواب بھی سورۂ نحل ہی میں جملۂ معترضہ کے طور پر درج کیا گیا۔" [تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۵۷۹]

یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ **نحل** اور **انعام** ایک ہی زمانے کی ہیں ضروری ہے کہ سورہ انعام کے زمانہ نزول کے بارے میں اِبنِ عباسؓ کی روایت پر غور کیا جائے، جو بتاتی ہے کہ پُوری سُورہ، مکہ میں بیک وقت نازل ہوئی تھی۔ اَسما بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ "جب یہ سُورۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہی تھی اس وقت آپؐ اونٹنی پر سوار تھے، میں اس کی نکیل پکڑے ہوئے تھی اور بوجھ کے مارے اونٹنی کا یہ حال ہو رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی ہڈیاں اب ٹوٹ جائیں گی۔ اَسما بنت یزید رضی اللہ عنہا ہجرت کے بعد ایمان لائی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے وہ اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جاننے کے لیے مکہ میں قبولِ اسلام سے پہلے آئی ہوں گی اور یقیناً یہ حاضری بیعتِ عقبہ ثانیہ [۱۲ ذوالحجہ] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت [۲۷ صفر ۹ ستمبر ۶۲۲ء] کے درمیان واقع دوڈھائی ماہ کے وقفے میں ہوئی ہو گی، جب مدینے میں اسلام کا غلغلہ تھا اور لوگ آپؐ کو دیکھنے اور آپؐ کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین تھے۔ ابن عباسؓ کی اس روایت سے یہ معلوم ہو گیا کہ سُوْرَۃُ الْاَنْعَام مکی زندگی کے بالکل آخری، آخری دنوں میں نازل ہوئی ہے، چناں چہ سُوْرَۃُ النَّحْل بھی آگے پیچھے اُنھی دنوں میں کبھی نازل ہوئی ہو گی۔

سُوْرَۃُ النَّحْل کے زمانہ نزول کے تعین کی حقیقی بنیادیں

حاصلِ کلام یہ کہ یہ سورۂ نحل، سورۂ انعام سے قبل مکی زندگی کے آخری سال میں ہی آئی ہو گی۔ خیال رہے کہ یہ نتیجہ اخذ کرنے کی اصل بنیاد صرف اِن دو سورتوں میں مماثل مضامین نہیں ہیں کیوں کہ بہ اعتبار طولِ مدت، متعدد طویل زمانی فاصل سورتیں بھی یکساں مضامین رکھتی ہیں۔ سُوْرَۃُ النَّحْل کو سالِ آخر کی سورۃ ماننے کی مضبوط تر وجوہات یہ بھی ہیں کہ اس کے مضامین، اندازِ بیان اور اس کی طوالت[۲] سب اس کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اسے مکی زندگی کے درمیانی دَور کے بجائے آخری دَور کی سورۃ تسلیم کیا جائے۔ مضامین میں اتمامِ حجت اور ہجرت کے قریب آلگنے کے اشارے اتنے واضح ہیں کہ اِس سورہ کو یثرب روانگی سے قبل کی سورۃ مانے بغیر چارہ نہیں۔ چناں چہ ہم اسے تیرہویں برس کے آخر میں بیعتِ عقبہ ثانیہ سے قبل رکھنا زیادہ موزوں پاتے ہیں۔ آیئے مطالعہ کریں۔

۲ مکی زندگی کے اس دور یعنی ۵/۶ نبوی میں سورتوں کی اوسط طوالت پانچ رکوع تھی اور سُوْرَۃُ النَّحْل اس سے تین گنا بڑی ہے [۱۶ رکوع ہیں] یوں ۶ نبوی میں مختصر سورتوں کے درمیان نامانوس (outlier) محسوس ہوتی ہے۔

۹۱: سُوۡرَۃُ النَّحۡل [۱۶ – ۱۴: ربما]

اس سورہ مبارکہ کو سورۃ النعم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے کیوں کہ اس کے آغاز میں اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ ہے پھر بعد میں اُن امور کا جو اِن نعمتوں کی تکمیل کرتے ہیں۔

منکرینِ مکہ کو آخری وارننگ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اے سردارانِ قریش! فضول جلدی نہ مچاؤ، تمھارے اور محمدؐ کے درمیان جاری کشمکش کا فیصلہ کن لمحہ، بس آہی گیا ہے [۳]۔ اللہ کی ذات اِس بات سے بہت بلند و برتر ہے کہ اُس کا کوئی ہم سر ہو اور وہ اُن ساری شرکیہ تہمتوں سے پاک ہے جو منکرین اُس پر تھوپتے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جو اِس وحی [روح] کو ملائکہ کے ذریعے اپنے جس بندے پر چاہتا ہے اپنے حکم خاص سے نازل فرماتا ہے، اِس لیے کہ وہ [اللہ کا رسول] لوگوں کو اُس اللہ سے ڈرائے، جس کے سوا اُن کا کوئی پروردگار اور معبود نہیں ہے، لہٰذا اے لوگو! تم مجھی سے ڈرو۔ ......

[مفہوم آیات ۱ - ۲] ....

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے دلائل و براہین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

اللہ نے آسمان و زمین کو ایک مقصد سے پیدا کیا ہے، وہ اُن جعلی خداؤں اور معبودوں سے بہت برتر ہے جن کو یہ اس کا ہم پلہ شمار کرتے ہیں [۴]۔ اُس نے جس انسان کو نطفے کی ایک معمولی سی بُوند سے پیدا کیا، وہ اپنی حقیقت کو فراموش کر کے ہمارے مقابل ایک جھگڑالو ہستی بن گیا [۵]۔ اُس اللہ ہی نے چوپائے بھی پیدا کیے، جن میں تمھارے لیے گرم پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی، اور طرح طرح کی دُوسری ضروریاتِ زندگی کی فراہمی بھی ہے۔ دیکھو، اُن کی پرورش میں تمھارے لیے ایک شان ہے جب صبح دم تم اُنھیں چَرانے کے لیے لے جاتے

---

۳ مکہ کے اہلیانِ شہر کو آخری وارننگ دی جارہی ہے کہ شرک سے باز آجاؤ، فضول باتیں بنا کر عذاب کو دعوت نہ دو، فیصلہ بس ہوا ہی چاہتا ہے۔

۴ مشرکین کسی کو داتا بنالیتے ہیں، کسی کو مشکل کشا، کسی کو اللہ کے حضور سفارشی اور کسی کو مرغالے کر بیٹا دینے والا! سبحان اللہ تعالیٰ عما یشہ، کون اللہ تبارک و تعالیٰ پاک ہے، اُس شرک سے جو لوگ کرتے ہیں۔

۵ اللہ نے انسان کو یک معمولی حقیر قطرے سے پیدا کیا، پھر ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتے ہوئے وہ ایک صاحب الرائے، ذہین دانش ور بن گیا، اپنی ابتدائی حقیقت کو اور اپنے خالق کو بھلا کر اللہ کی، اُس کے رسولوں کی اور اُس کی کتاب کی نہ صرف تکذیب بلکہ شدید مخالفت کرتا ہے اور انسانوں کے سر اپنے آگے جھکوانے کا متمنی رہتا ہے؛ اُس کا یہ رَدّیہ وہ جھگڑالو پن ہے جس کی جانب اشارہ ہے۔

اور پھر شام کو اُنھیں واپس لاتے ہو۔ یہ چوپائے تمھارے بھاری بوجھ اُٹھا کر ایسی دور دراز جگہوں تک لے جاتے ہیں جہاں تم بڑی جان کنی کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھارے اوپر پروردگار کی شفقت اور مہربانی بڑی ہی عیاں ہے۔ .... [مفہوم آیات ۳ - ۷]

اللہ کی جانب سے انسانوں کے لیے سامانِ اظہارِ زینت اور پوشیدہ نعمتیں

اللہ نے ہر دور میں عمدہ سواریوں کو اپنے زمانے کے تمدن اور وسائل کے مطابق انسانوں کے لیے سامانِ زینت بنایا ہے۔ آج، جو عمدہ سواریاں اسٹیٹس کا نشان سمجھی جاتی ہیں، کل ایک سو برس بعد مفلوک الحالی کا نشان بن جائیں گی۔ آج ہم جانتے ہیں کہ اللہ نے برق اور پٹرولیم کی کتنی بڑی نعمت انسانوں کے لیے چھپا کر رکھی تھی جو نزولِ قرآن کے وقت تک انسان کے علم میں نہیں تھی، یہ تو محض ایک عام سمجھ میں آنے والی مثال کے لیے عرض کیا گیا ورنہ لاکھوں کی تعداد میں چیزیں تھیں، جو اُس وقت نہیں معلوم تھیں اور آج معلوم ہیں۔ اسی طرح آج سے کچھ عرصے بعد ہماری آنے والی نسلیں اُن بے شمار چیزوں کو استعمال کرتے ہوئے ہماری کم مایگی کو محسوس کریں گی، جو اُنھیں میئسر ہوں گی مگر ہمیں آج میئسر نہیں ہیں، وہ بالیقین ہمارے اعلیٰ ترین موبائل فونز، انٹرنیٹ، چاند تک رسائی، ایٹمی توانائی کے استعمال کی قدرت اور آج کے انسان کی پوری تہذیبی و فکری ترقی کی بے حقیقتی پر ہنسیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صرف اُن چیزوں کا ذکر کیا جو نزولِ قرآن کے وقت، لوگ جانتے تھے، تاہم جن اُصولوں اور دلیلوں سے اللہ نے اپنی نعمتوں کو جتلایا ہے وہ آج بھی ویسی ہی موثر اور تروتازہ ہیں جیسی کل تھیں، شان دار گاڑیاں اور جدید سہولتیں بھی اُسی رب کی عنایت ہیں جس نے فزکس، کیمسٹری، جینیاتی اور بیالوجی کے اصول بنائے اور جن کی دریافت سے انسان نے موبائلز، کمپیوٹر، سٹیلائٹ، مصنوعی دانش[artificial intelligence]اور نوع بہ نوع چیزیں بنائیں

اُسی اللہ نے گھوڑے، خچّر اور گدھے پیدا کیے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور وہ اظہارِ زینت بنیں۔ اُس نے اور بے شمار چیزیں بھی پیدا کی، جن کا تمھیں شعور تک نہیں ہے۔ تمھاری پرورش کے لیے یہ سب پیدا کرنے والے اللہ ہی کے ذمّے زندگی گزارنے کا صحیح راستہ بتانا بھی ہے، جب کہ تمھیں گم راہی بھی دامن گیر ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ .... [مفہوم آیت ۸ - ۹]

اور اللہ ہی ہے جو آسمان سے تمھارے لیے پانی برساتا ہے، جسے تم پیتے ہو اور یہ پانی تمھارے جانوروں کے لیے

چارہ بھی پیدا کرتا ہے اور اُسی پانی کے ذریعے تمھارے لیے زراعت ممکن ہوتی ہے کہ زیتون، کھجور، انگور اور نوع بہ نوع پھل پیدا ہوں۔ غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے، پانی کے اِس طرح برسنے اور منفعت رسانی کے پورے نظام میں اللہ کی معرفت کی بڑی نشانی ہے۔ دیکھو بھلا، اُس نے تمھاری زندگانی کی سازگاری کے لیے رات اور دن کو اور سُورج اور چاند کو مامور کر رکھا ہے اور کائنات کے سارے تارے وسیّارے بھی اُسی کے حکم سے تمھاری خدمت میں لگے ہیں۔ عقل سے کام لینے والوں کے لیے تو اس وسیع کائنات میں نشانیاں ہی نشانیاں ہیں۔ ....

....[مفہوم آیات ۱۰ - ۱۲]

پانی کے نظام اور وسیع کائنات کی شہادت سے ماسوا اور جو بہت سی رنگارنگ چیزیں اللہ نے تمھارے لیے زمین میں پھیلائی ہیں، سبق حاصل کرنے والوں کے لیے وہ بھی معرفت الٰہی کی گواہ ہیں؛ تو دیکھو وہی ہے، جس نے تمھارے لیے سمندر کو نفع رسانی میں لگا رکھا ہے تاکہ تم اس سے [مچھلیوں کا] تر و تازہ گوشت لے کر کھاؤ اور پہننے کے لیے اس سے زینت کی چیزیں نکالو۔ تم دیکھتے ہو کہ اِس میں کشتیاں پانی میں سامانِ تجارت لے کر چیرتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم تجارت میں اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو۔ اُس نے زمین میں پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ دیے تاکہ زمین تم کو لے کر [اپنے محور اور راستے سے] بھٹک نہ جائے، پھر اِس میں دریا بہا دیے اور راستے نکال دیے تاکہ تم راہ پاؤ۔ ....[مفہوم آیات ۱۳ - ۱۵]

اِن راستوں میں رہ نُمائی کے لیے نشانیاں رکھ دیں اور ستاروں سے بھی لوگ راستے معلوم کرتے ہیں۔ پھر کیا وہ جو اِن ساری چیزوں اور سسٹم کا خالق ہے اور وہ، جنھوں نے کچھ بھی تخلیق نہیں کیا، دونوں یکساں ہیں؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو اتنی ہیں کہ گن بھی نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھاری اس سرکشی کے باوجود وہ بڑا ہی معاف کرنے والا اور رحیم ہے، حالاں کہ وہ تمھارے ظاہر ہی نہیں پوشیدہ حال سے بھی واقف ہے۔ اور اللہ سے ماسوا، دُوسری ہستیاں، جن سے یہ دعائیں مانگتے ہیں، وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں، حد یہ ہے کہ وہ ہستیاں تو مردہ ہیں نہ کہ زندہ۔ اور اپنے مقبروں میں ان کو یہ تک نہیں معلوم ہے کہ اُنھیں کب زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا[۶]۔ ....[مفہوم آیات ۱۶ - ۲۱]

---

۶ یہاں مشرکین کی مُردہ پرستی اور قبر پرستی کے شرک کی حماقت کا تذکرہ ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کے جن بندوں سے یہ نادان مدد، مشکل کشائی اور مسائل کا حل [اولاد، شادی، روزگار وغیرہ] طلب کرتے ہیں وہ بے چارے تو بے جان ہیں، مُردہ ہیں، اُن کا جسم تو منوں مٹی کے نیچے دفن ہے، سُن تک نہیں سکتے، تمھاری حاجت روائی کیا کریں گے، اُن بے چاروں کو تو یہ تک نہیں معلوم کہ زندہ کر کے دوبارہ کب اُٹھائے جائیں گے۔

تم سب کا معبود تو بس ایک اللہ ہی ہے۔ مگر کافروں کا معاملہ یہ ہے کہ انھیں آخرت پر یقین ہی نہیں، اُن کے اذہان انکار پر جم گئے ہیں کیوں کہ وہ غرور و تکبر کے مارے ہیں، لاریب اللہ اِن کی کار گزاریوں کو خوب ہی جانتا ہے، ظاہری بھی اور پوشیدہ بھی [اور اُن کے پیچھے سینوں میں کار فرما پوشیدہ خیالات و خدشات بھی]۔ سنو، وہ پندارِ نفس کے ماروں کو ہر گز پسند نہیں کرتا۔ اور جب وہ آپس میں اللہ کی نازل کردہ اِس کتاب کے بارے میں گفتگو [سوال وجواب] کرتے ہیں تو کہتے ہیں یہ تو محض اگلوں کے فسانے ہیں۔ یہ باتیں وہ اس لیے بناتے ہیں کہ روزِ قیامت اپنے گناہوں کے بوجھ بھی پُورے اُٹھائیں، اور ساتھ میں اپنے پیروکاروں کے گناہوں کے بوجھ بھی، جنھیں یہ اپنی جہالت سے گم راہ کر رہے ہیں۔ دیکھو! کیسا ناروا بوجھ ہے جو یہ اپنے سر لے رہے ہیں۔.........

[مفہوم آیات ۲۲ - ۲۵]........................

قریش کو ڈرایا جارہا ہے کہ ماضی میں ہم نے اپنے رسولوں کے خلاف چالیں چلنے والوں کی چالوں کے محل اکھاڑ پھینکے اور اوپر سے اُن محلات کی چھتیں بھی اُن پر گرا دیں! کیا خوب تمثیل ہے۔ اس کا مظاہرہ حبشہ میں ہو چکا تھا جہاں وہ مہاجرین کو واپس لینے کے لیے گئے تھے مگر مقدمے کا فیصلہ یہ ہوا کہ مہاجرین کو عزت سے رکھا جائے اور مسلمانوں کے وظیفے مقرر ہو گئے، یہ تھا تدبیروں کے محلوں کا گرنا اور بنانے والوں کا اُس کی چھتوں تلے دب جانا۔ اب اِس کا بڑا مظاہرہ جلد ہونے والا تھا جب یہ نبی ﷺ کے ارادہ قتل سے آپؐ کے دروازے پر بیٹھیں گے اور آپؐ کو نکلتا دیکھ نہ پائیں گے، یثرب کی راہ کا چپہ چپہ چھان ماریں گے مگر ڈھونڈ نہ پائیں گے، فخر و غرور اور طنطنے سے یثرب کو پیروں تلے روندنے نکلیں گے اور بلا استثنا تمام صفِ اوّل کے لیڈروں کی سر کٹی لاشوں کو بے گور و کفن چھوڑ آئیں گے۔ اُن کی ہر تدبیر اُن کے لیے وبال بن گئی۔ رہتی دنیا تک قرآن کی یہ آیات پڑھی جائیں گی اور اہلِ حق کے سامنے آنے واے باطل کے پرستاروں کا یہی انجام ہو گا، مگر اہلِ حق آئیں تو!

انتہائی قریبی مستقبل میں اِن کی اس دنیا میں رُسوائی کے تذکرے کے بعد آخرت میں اہلِ ایمان کی فضیلت کا تذکرہ ہے کہ اُس روز اُن کی بات چلے گی جو آج ٹھکرائے جا رہے ہیں۔ اللہ کے اور مخلوق کے نزدیک اُن کی بات قابل اعتبار اور نا قابل تردید وانکار ہو گی۔ جب وہ کہہ دیں گے کہ آج کافروں کی رسوائی اور بدبختی ہی ہے، تو پھر ویسا ہی ہو گا۔

اِن سے پہلے بھی بہت سی قوموں نے ہمارے رسولوں کے مقابلے میں ایسی ہی چال بازیاں دکھائیں، تو اللہ نے

اُن کی چالوں کے محل جڑ بنیاد سے اُکھاڑ پھینکے اور اُوپر سے اُن کی چھت اُن پر گرادی، اُن پر وہاں سے عذاب آیا، جہاں سے آنے کا اُن کو سان گمان تک نہ تھا۔ [قصہ مگر ابھی ختم نہیں ہوا] قیامت کے دن اللہ اُنھیں رسوا کرے گا۔ وہ اُن سے پوچھے گا، اب بتاؤ! میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کی حمایت میں تم اہلِ حق سے لڑتے تھے، جن دانش وروں نے ایمان کی توفیق پائی تھی وہ پکار اُٹھیں گے کہ آج تو کافروں کی رسوائی اور بد بختی ہی ہے ! [مفہوم ۲۶ - ۲۷]

مشرکین کے مذہبی پیشواؤں کا روزِ قیامت واویلا

ہر دور میں مذہبی پیشواؤں کی شرک کی ساری پشت پناہی، ساری فلسفہ سازیاں اور لفّاظیاں اپنی چودھراہٹ کو قایم رکھنے اور لوگوں میں اپنا بھرم باقی رکھنے کے لیے رہی ہیں کیوں کہ جھوٹے معبودوں کے یہ نمایندے بن بیٹھے ہیں؛ عقیدت مندوں کی جانب سے سونے چاندی کے نذرانے اور مقبروں اور مزاروں پر چڑھائی چادریں اور قربان کیے جانوراِن کے حصے میں آجاتے ہیں اور بے وقوف عوام کی گردنیں اِن کے آگے عقیدت سے جھکتی ہیں، وہ اِن کے پیروں کو چھوتے اور اِن سے روٹھے معبودوں کو منانے کی التجائیں کرتے ہیں، جہلا کا یہ طرزِ عمل انھیں تکبّر و غرور میں مبتلا کر دیتا ہے، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ اِن کو جہنم کے دروازوں میں ٹھونسے جانے کے موقع کے لیے فرماتا ہے کہ: " پس کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے مغروروں کا" ۔

آج یہ، جو [اپنی سرداری کے زعم میں شرک و جاہلیت میں مبتلا ہو کر] اپنے نفس پر ظلم کر رہے ہیں، جب فرشتے اِن کی جانیں نکالیں گے [7] تو فوراً اپنی شکست تسلیم کرلیں گے اور بے ساختہ بولیں گے کہ ہم تو کوئی جرم نہیں کر رہے تھے۔ فرشتے جواب دیں گے: کیوں کر، نہیں کر رہے تھے؟ اللہ تمھاری سرکشی و کارگزاری سے خوب واقف ہے۔ اب ہمیشہ رہنے کے لیے جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ پس کیا ہی برا ٹھکانا ہے مغروروں کا۔ [مفہوم آیات ۲۸ - ۲۹]

....

[منکرین کے برخلاف اہلِ حق کے کیمپ میں] جب اللہ سے ڈرنے والے اللہ کی نازل کردہ اِس کتاب کے

---

۷ جب غیب شہود ہو جائے گا، موت کا وقت قریب آلگے گا، روح قبض کرنے آنے والے اور جہنم کی جانب گھسیٹ لے جانے والے فرشتے نظر آنے لگیں گے تو یہ بدنصیب جھوٹ بولیں گے، جس طرح اپنے بے وقوف مریدین اور عقیدت مندوں کے سامنے جھوٹ بول کر انھیں بے وقوف بناتے تھے، اِن فرشتوں کو بھی اپنے جھوٹ سے بے وقوف بنانے کی کوشش کریں گے، قرآن کہتا ہے کہ اُن فرشتوں سے یہ کہیں گے کہ " ہم تو کوئی جرم نہیں کر رہے تھے " لیکن اُس وقت کوئی جھوٹ کارگر نہیں ہو گا اور یہ عذاب کے فرشتوں کو بے وقوف نہ بنا سکیں گے۔

بارے میں گفتگو[سوال وجواب] کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کیا ہی بہترین چیز اُتاری ہے! حق کی گواہی دینے والے اِن لوگوں کے لیے اِس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو ہے ہی ان کے لیے، کیا ہی بہتر اور بڑا اچھا گھر ہے یہ پرہیز گاروں کا، جس میں وہ داخل ہوں گے، یہاں باغات اِن کی ابدی قیام گاہیں ہوں گی، جن میں نہریں رواں ہوں گی، اور وہاں وہ سب کچھ ہوگا، جو وہ چاہیں گے۔ پرہیز گاروں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح انعام سے نوازے گا۔

[مفہوم آیات ۳۰ - ۳۱] ....

اِن پرہیز گاروں پر انعام وعنایات کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ جب فرشتے اِن شرک وبغاوت کی ہر آلودگی سے پاک متقیوں کی روحیں قبض کر رہے ہوتے ہیں [8] تو مبارک وسلامت کی صدائیں بلند کرتے ہیں، سلامتی ہو تم پر، اپنے اعمال کے صلے میں جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ ....[مفہوم آیت ۳۲]

کیا اہلِ مکہ اب عذاب کے فرشتوں کے منتظر ہیں: نبی کریم ﷺ کو دعوت دیتے ہوئے کم وبیش تیرہ برس گزر چکے ہیں، مشرکین کی سمجھ میں کوئی دلیل نہیں آرہی ہے، اللہ تعالیٰ کا اس صورتِ حال پر یہ تبصرہ ہے کہ جب عذاب کے فرشتے اِن کی روحیں قبض کرنے آئیں گے تب ہی اِن کی سمجھ میں بات آئے گی، مگر جب وہ آئیں گے تو موت سے ہم کنار کیے بغیر واپس نہ جائیں گے اِن کو ایمان لانے کی مہلتِ زندگی نہ ملے گی، آج زندگی میں اِن کو پیامِ آخر ہے کہ بولو چاہتے کیا ہو؟

اے محمدؐ، اِن منکرین کے پیہم انکار ومخالفت کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اب منتظر ہیں کہ روحیں قبض کرنے ملائکہ اِن کے سروں پر آپہنچیں، یا تیرے رب کے عذاب کا فیصلہ صادر ہو جائے؟ ہمارے رسولوں کے سامنے ایسی ہی روش پہلے بھی لوگوں کی رہی تھی پھر اللہ نے کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کا موجب بنے۔ اُن کو اُن کی بداعمالیوں کی ہی سزا ملی اور جس عذاب کی دھمکی کی ہنسی اڑاتے تھے اس نے ان کو گھیر لیا۔ مشرک لوگوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا نہ کسی اور کی عبادت کرپاتے، اور نہ ہی اس کی منشا کے بغیر کسی چیز کو حرام کرپاتے، ایسی ہی فضول باتیں اِن سے پہلے کے لوگ بھی بناتے تھے [9]۔ یہ منکرین جان لیں کہ ہمارے رسُولوں کے ذمے وضاحت سے بات پہنچا دینے کے علاوہ [اُلٹی اور لایعنی منطقوں کا جواب دینے کی یا

---

۸ موحد ومتّقی، ایک اللہ کو پکارنے والے اور صرف اُسی سے ڈرنے والوں کی موت کا منظر بڑا مختلف، جاذب اور قابلِ رشک ہوگا، فرشتے مبارک سلامت کی صدائیں بلند کرتے اِن نیک بندوں کی روحیں قبض کریں گے۔

۹ یہ دلیل محض لفّاظی کے سوا کچھ نہیں، اگر اللہ کے اذن سے شرک اور گناہ ہوتے ہیں تو شرک کرنے والوں کو اللہ نے کیوں عذاب دیا جب بھی اللہ نے مجرم قوموں کو برباد کیا تو یہی صدا گونجی: کان اکثرھم مشرکین۔

زبردستی تمھیں لاجواب کردینے کی کوئی] ذمہ داری نہیں۔ ہم نے ہر امت میں اِس دعوت کے ساتھ رسول بھیجے کہ لوگو، صرف اللہ کی عبادت و بندگی کرو اور اس کے سوا خدائی کے سنگھاسن پر بیٹھے اپنی بندگی و اطاعت کے طالب طاغوتوں سے بچو۔ پس، پھر کسی [طالب ہدایت] کو اللہ نے ہدایت بخشی اور کسی [ناہنجار متکبر] پر گمراہی مسلّط ہو گئی۔ ذرا اطراف کی سرزمینوں [ممالک] میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا دردناک انجام ہوا ہے۔

اَے محمدؐ، تم چاہے اِن [قریشیوں/سرداران قریش] کی ہدایت یابی کے کتنے ہی زیادہ خواہش مند رہو، مگر اللہ، جن کو گمراہ کر دیتا ہے اُنھیں پھر ہدایت نہیں دیا کرتا اور اس فیصلے کے خلاف، اِن لوگوں کی [ہدایت یابی کے لیے] کوئی بھی مدد نہیں کر سکتا۔ یہ لوگ بڑے دعوے سے پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ مرِدوں کو اللہ زندہ نہیں کرے گا، اِن سے پوچھو کیوں نہیں کرے گا؟ یہ تو اللہ کے ذمے ایک واجب التعمیل عہد ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ مرِدوں کا زندہ کیا جانا اس لیے ضروری ہے کہ اللہ اِن کے سامنے اُس حقیقت کو لے آئے جس کو یہ اختلافات و خلط مباحث کا نشانہ بنا رہے ہیں اور خود کافر اپنا جھوٹا ہونا جان لیں۔ مرِدوں کو زندہ کرنا ایسا کیا ناممکن ہے! ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو صرف ہمارے اتنا کہنے سے کہ 'ہو جا' وہ ہو جاتی ہے۔ ..... [مفہوم آیات ۳۳ - ۴۰]

جنھوں نے حق کی خاطر ظلم سہا، صبر کیا اور ہجرت کی

جن لوگوں [کے ایک گروہ] نے قریش کے ظلم و زیادتی کو سہا اور پھر اللہ کی رضا کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑا اُن کو ہم دنیا ہی میں اچھے منصب پر فائز کر دیں گے اور آخرت کا اجر تو اس سے بہت ہی زیادہ ہے۔ اے کاش، کافر یہ بات جان لیں کہ جنھوں نے حق کی خاطر ظلم سہا اور صبر و استقامت سے جمے رہے[۱۰] اور اپنے رب کے بھروسے پر [اعلائے کلمۃ اللہ کا] کام کر رہے ہیں، اُن کے لیے کیسا اچھا انجام منتظر ہے۔ اے محمدؐ، آپ سے پہلے بھی ہم انسانوں [رِجَالًا] کو ہی رسول بنا کر مبعوث کرتے رہے، جن کی جانب ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے۔ پس اے اہلِ مکہ، اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ کتاب سے دریافت کر لو۔ سابقہ رسُولوں کو بھی ہم نے نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا تھا، اور اب یہ قرآن تم پر اِس لیے نازل کیا جا رہا ہے کہ تم لوگوں کے سامنے اُس کتاب کے مضامین کو کھول کر بیان کرو جو اُن کی ہدایت کے لیے اُتاری گئی ہے شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔ پھر کیا یہ لوگ جو اللہ کے رسول اور اللہ

۱۰ مختصر جملے میں یہ اہلِ ایمان کی گزشتہ ۱۳ برس کی تین امور پر مشتمل تاریخ ہے۔ ظلم و زیادتی کو سہا، وطن کو چھوڑا اور صبر سے جمے رہے۔ اللہ کی جانب سے اِن کو دنیا اور آخرت میں کامیابی کی بشارت ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں اور آج بھی اعلائے کلمۃ اللہ اور اقامتِ دین کے لیے اُٹھنے والوں کے لیے یہی نقوشِ راہ ہیں!

کے دین کے خلاف بُری بُری چالیں چلتے ہوئے اِس بات سے بالکل ہی بے خوف ہوگئے ہیں کہ اللہ کے حکم سے زمین اِن کو نگل لے، یا ایسی جگہ سے عذاب آجائے جہاں سے اُس کے آنے کا اُنھیں سان گمان بھی نہ ہو ....

....[مفہوم آیات ۴۱ - ۴۵]

کائنات کی ہر چیز اللہ کی مطیع فرمان ہے سوائے تکبر کے مارے مشرکین کے

اہلِ دانش اور اربابِ تدبر کے لیے فرمایا جارہا ہے کہ اس کارگاہِ حیات میں اور اس کائنات میں قدرت کی ایک ایک چیز چار و ناچار اللہ کی بندگی کر رہی ہے، سایوں کو گھٹنا بڑھنا ہی دیکھ لو، سورج چاند تارے سب ہی اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں، زمین کا سایہ جب چاند پر پڑتا ہے تو مختلف مدارج طے کرتا وہ پہلی تاریخ کے باریک چاند سے کس طرح ماہِ کامل [چودھویں کا چاند] بن جاتا ہے۔ یہ زمین کی اور کائنات میں تمام سیاروں اور ستاروں کی اللہ کے آگے سجدہ ریزی کی ایک مثال ہے، جو صرف اہلِ ایمان کی عقلوں کو اپیل کرتی ہے اور رہے مغرور و متکبر تو وہ اس وسیع و عریض کائنات کے تمام ہم آہنگ اور بامقصد روّیے کو دیکھ کر ایک خالق کو پہچاننے سے عاجز و محروم رہتے ہیں۔

...... یا اچانک معمولاتِ زندگی میں چلتے پھرتے عذاب آجائے اور اِن کو دبوچ لے، وہ کسی طور اللہ کو اُس کے اردے سے ذرّہ برابر باز نہیں رکھ سکتے۔ یا ایسی حالت میں اُنھیں پکڑے جب اُس کی پکڑ یا عذاب کے آثار ہویدا ہوں اور وہ خوف سے سہمے اور چونکّے ہوں؟ [یہ ساری طاقت و قدرت رکھنے کے باوجود منکرین کو جو ڈھیل ملی ہے اُس کی] حقیقت یہ ہے کہ تمھارا رب بہت ہی شفیق اور رحیم ہے۔ کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی ہر چیز کا سایہ کس طرح اللہ گے سامنے دائیں اور بائیں جھک جھک کر سر بسجود ہوتا ہے"یوں ساری مخلوق اپنی عاجزی کا اظہارِ کرتی ہے۔ یقیناً آسمانوں اور زمین میں جتنی بھی چیزیں، بشمول تمام جان دار مخلوق اور فرشتوں کے سبھی اللہ کے آگے سر بسجُود ہیں اور اُس کے سامنے جھکنے میں کوئی کبر و غرور آڑے نہیں آتا، اپنے حال پر اپنے پروردگار سے ڈرتے اور کانپتے ہیں اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ .... [مفہوم آیات ۴۶ - ۵۰]

اللہ صرف اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے کہ وہی یکتا ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں اور اس پر وہ اِس

---

۱۱ ساری مخلوق طوعاً و کرھاً اللہ کو سجدہ کر رہی ہے؛ اُس کے آگے سجدے میں رہنے کا ایک مظہر یہ ہے کہ کائنات کی تمام اشیا کے ذمے جو کام سونپا گیا ہے، جو مقصدِ تخلیق ہے، وہ اُن کو پورا کر رہی ہیں، یہ سجدہ اضطراری ہے، اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال پر دلالت کرتا ہے۔ سجدے کی دوسری نوع، سجدہ اختیاری ہے جو ذی اختیار مخلوق [جیسے انسان، جن] اُس کے آگے اظہار عبودیت کے لیے اُس کے آگے بجالاتے ہیں۔

بات سے استدلال کرتا ہے کہ نعمتیں عطا کرنے والا صرف وہی اکیلا ہے، چناں چہ فرمایا:

اللہ کا فرمان ہے کہ دو [ایک سے زائد] ہستیوں کو معبود نہ بناؤ، وہ ایک ہی اکیلا معبود ہے، پس مجھی سے ڈرو، اُسی کا ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اُسی کا دین [سارے مراسمِ عبودیت اُسی کے آگے اور سارے معاملات میں اطاعت اُسی کی] لازم ہے۔ پھر کیا اللہ کو چھوڑ کر تم کسی اور سے خوف کھاؤ گے؟ تم کو جو بھی ظاہری اور باطنی سامان زندگِی حاصل ہے اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ پھر جب بھی کوئی مصیبت تم پر آتی ہے تو تم اُسی کے آگے فریادی ہوتے ہو۔ مگر جب اللہ اُس آفت کو دور کر دیتا ہے تو فوراً ہی تم میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ دُوسری ہستیوں کو (تکلیف دور کرنے پر شکریے میں) شریک کرلیتا ہے [12] یوں اللہ کے احسان کی ناشکری ہوتی ہے! اچھا، مزے کرلو، عن قریب تم پر یہ ناشکری اور یہ شرک واضح ہو جائے گا۔ ....[مفہوم آیات ۵۱ - ۵۵]

گزرے ہوئے اللہ کے نیک بندوں کو معبود بنانا اور پوجنا

اگلی آیت میں شرک کے کاروبار کی ایک بڑی بنیادی خامی کی طرف اشارہ ہے کہ جن اللہ کے نیک بندوں، نبیوں اور صالح انسانوں کو وہ اپنا معبود بنا کر پوجتے ہیں، وہ لوگ تو اپنی ساری زندگی ایک اللہ کی بندگی اور اُسی سے استعانت کا درس دیتے رہے۔ اِن کے نادان پجاریوں کو اُن کی اِن تعلیمات کا کوئی خیال ہے نہ پتا ہے۔ اسی بات کو قرآن ایک دوسری جگہ یوں بیان کرتا ہے کہ اللہ روزِ قیامت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کرے گا کہ کیا تو نے اِن سے کہا تھا کہ تجھے اور تیری ماں کو معبود بنالیں، تو عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ جب تک میں اِن کے درمیان رہا تو انھیں توحید کی تعلیم دیتا رہا، جب مجھے تو نے واپس بلا لیا تو مجھے نہیں معلوم کہ انھوں نے کیا کیا؟ معلوم ہوا کہ اللہ کے جن نیک بندوں کو داتا اور مشکل کشا بنا کر پوجا جاتا ہے اُن بے چاروں کو تو دنیا میں بسنے والوں کے حال سے کوئی واقفیت تک نہیں، بگڑی کیا بنائیں گے؟ ملاحظہ ہوں سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃ کی آیاتِ مبارکہ:

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ٭ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ

۱۲ ہر دور میں اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارنے والوں کا یہی معاملہ رہتا ہے کہ اللہ مصیبت دور کر دے، مرض سے شفا دے یا خشکی، تری اور فضاؤں [ہوائی جہازوں] میں طوفانوں سے زندہ بچالے تو اللہ کے بجائے، اپنے جھوٹے معبودوں کا شکریہ ادا کرتے اور اُن کے آستانوں، درباروں اور مقبروں پر نذرانے چڑھاتے ہیں۔

اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ: اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰؑ بن مریمؑ! کیا تُو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ مجھے اور میری ماں کو بھی الٰہ بنالو؟ تو وہ جواب میں عرض کرے گا ''سبحان اللہ! میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھ کو ضرور علم ہوتا، تو جانتا ہے جو کچھ میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے جی میں ہے، تُو ساری پوشیدہ حقیقتوں کا عالم ہے۔ میں نے اُن سے اُس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمھارا رب بھی۔ میں اُسی وقت تک ان کا نگراں تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا۔ جب تو نے مجھے واپس بلالیا تو پھر تُو ہی ان پر نگراں تھا اور تو ہی ساری چیزوں پر نگراں ہے۔

جعلی معبودوں کے لیے نذرونیاز اور اللہ کے لیے اولاد کا نظریہ

یہ مشرکین اپنے جن خود ساختہ معبودوں کے لیے ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے حصے مقرر کرتے ہیں، اُن معبودوں کی حقیقت تک سے واقف نہیں ہیں۔ واللہ، اے مشرکو، جو بہتان تم نے گھڑے ہیں اُن کے بارے میں تم سے ضرور باز پرس ہوگی۔ اِن مشرکین کا معاملہ یہ ہے کہ اپنے لیے تو اُس کی خواہش ہے، جو انھیں پسند ہے [یعنی بیٹوں کی] اور اللہ کی بیٹیوں کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اللہ، اس عیب سے پاک ہے کہ اولاد رکھے! جب اِن میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اُس کا چہرہ غم وافسوس سے سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ جی ہی جی میں جلتا کڑھتا لوگوں سے چھُپتا پھرتا ہے کہ اِس رسوائی کے بعد کس منہ سے لوگوں کا سامنا کرے! متذبذب ہوتا ہے کہ ذلّت کے ساتھ بیٹی کو پالتا رہے یا مٹی میں دبادے؟............ دیکھو، کیسے بُرے خیالات، طور طریقے اور رسم و رواج ہیں۔ آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں [کے عقائد واطوار] کی بڑی ہی بری تصویر ہے۔ اللہ کی حمد وثنا کے لیے تو عمدہ ترین اوصاف ہیں، وہ غالب اور حکیم ہے۔ ....[مفہوم آیات ۵۶ - ۶۰]

اگر کہیں اللہ لوگوں کو اُن کے شرک اور گناہوں پر فوراً ہی گرفتار کرتا تو اِس زمین پر کسی متنفّس کو جیتا نہ چھوڑتا لیکن اپنے منصوبے کے مطابق وہ سب کو ایک مقررہ وقت تک مہلت دے رہا ہے، پھر جب وہ مقررہ ساعت آجاتی ہے تو کوئی اس سے ایک لمحہ بھر بھی آگے پیچھے مہلت نہیں پاتا۔ آج یہ لوگ وہ چیزیں اللہ کے ساتھ منسوب کر رہے ہیں، جو خود اپنے لیے اُنھیں ناپسند ہیں۔ اِن [منکرین] کی زبانوں پر جاری، اِن کی جھوٹی خوش گمانیاں کہ اُن کے

لیے تو بس بھلا ہی بھلا ہے، سراسر فریب ہیں۔اِن کا مقدر تو بس ایک ہی چیز ہے...... بھڑکتی ہوئی جہنم کی آگ! دوزخیوں کا یہ ہراول دستہ سب سے پہلے اُس میں پہنچایا جائے گا۔ .... [مفہوم آیات ۶۱ - ۶۲]

واللہ! اے محمدؐ، تم سے پہلے بھی مختلف قوموں میں ہم نے رسُول بھیجے تو شیطانوں نے اُن کی بداعمالیاں اُنھیں خوش نما بنا کر دکھائیں [۱۲]۔ وہی شیطان آج اِن لوگوں [سردارانِ قریش] کا بھی رفیق بنا ہُوا ہے اور یہ دردناک سزا کے مستحق بن رہے ہیں۔ یہ قرآن، جو ہم تم پر اس لیے نازل کر رہے ہیں کہ تم اُن کے درمیان پائے جانے والے تمام [اس کتاب سے پہلے اِن کے درمیان موجود اور نبیؐ کی دعوت اور دعوؤں سے پیدا شدہ فکری اور نظریاتی] اختلافات کی حقیقت اِن پر کھول دو۔ جو لوگ اس کتاب کو تسلیم کریں یہ اُن کے لیے رہ نمائی اور رحمت بن کر اُتری ہے۔ جس طرح اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور یکایک مردہ زمین میں اُس کی بدولت زندگی اور روئیدگی آجاتی ہے [اُسی طرح یہ کتاب بھی ایک رحمت ہے، زندہ دلوں کی فکری و روحانی آب یاری کے لیے]۔ یقیناً جو کہا گیا اُس میں سُننے والوں کے لیے بڑا سبق ہے [۱۳]۔ .... [مفہوم آیات ۶۳ - ۶۵]

اللہ کی معرفت کے کائنات میں مظاہر

اللہ تبارک و تعالیٰ رس دار نوع بہ نوع پھلوں کو جن کو انسان مزے سے کھاتا بھی ہے اور جن سے وہ شراب بھی بناتا ہے اپنی شانِ تخلیق کی مثال کے لیے پیش کرتا ہے کہ غور کرو، کیا اللہ کے علاوہ اور کسی میں طاقت ہے کہ وہ یہ کام کر سکے۔ جانوروں کے جسموں سے نکلنے والی دو مختلف رطوبتوں کو بھی اپنی نشانی کے طور پر پیش کرتا ہے، جنھیں انسان بہت ہی مزے سے پیتا اور کھاتا ہے، اگر اللہ نے اُن کو انسانوں کے لیے مزے دار اور نفع بخش نہ بنایا ہوتا تو وہ کسی جانور کے جسم سے نکلی رطوبت کو مزے سے کھانا پینا تو کجا، چکھنے سے بھی گھن کھاتا، اُن میں سے ایک مویشیوں کا دودھ ہے جو خون، گوبر اور دیگر متعدد طرح کی آلائشوں سے پُر زندہ جسم کے اندر سے نکلتا ہے، اسی طرح رس چوسنے والی مکھیوں کا تھوک جو شہد بن جاتا ہے۔ کیا یہ چیزیں

۱۲ ہر دور میں یہ شیطان کا ہتھیار رہا ہے کہ وہ اپنی لفّاظیوں، فلسفوں اور نظریہ ضرورت کے ذریعے سے شرک، غیر اللہ کی بندگی ،خوں ریزی، ایک قوم کی دوسری قوم پر دست درازی، آزاد جنسی شہوت رانی، ہم جنس پرستی اور ہر طرح کی بداعمالیوں کو صرف حقوقِ انسانی اور ضرورتِ وقت قرار دینے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اِن بداعمالیوں کو نیکی کے روپ میں خوش نما بنا کر دکھاتا ہے۔

۱۳ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسانے اور پھر یکایک اُس کے ذریعے خشک اور مُردہ زمین میں ہر جانب سبزہ اُگا دینے سے، قرآن کی دعوتِ حق کو تشبیہ دے رہا ہے کہ اگر دعوتِ حق کو تسلیم کر لو گے تو زمین سے بے امنی ختم ہو گی، درحقیقت یہ کتاب بھی اُسی طرح مُردہ قوموں کے لیے زندگی بخش ہو گی جیسے خشک اور مُردہ زمین کے لیے بارش ہوتی ہے۔

اُس ایک لاشریک، اللہ کی کاری گری کا اعتراف کرنے اور اُس کے بلا شرکتِ غیرے حاکم و مالک والٰہ ہونے کا اعتراف کرنے کے لیے کافی نہیں ؟ کیا انسان کے بس میں ہے کہ وہ اپنی بنائی کسی مشین سے چارے اور اُس پانی کو جو دودھ دینے والے جانور پیتے ہیں کسی طرح دودھ میں تبدیل کردے ؟ اور وہ مشین بھی خالق کی بنائی ہوئی کسی چیز کو استعمال کیے بغیر بنائی گئی ہو !

اور تمھارے لیے [اللہ کی معرفت کا] ایک ذریعہ مویشیوں میں بھی عیاں ہے۔ اُن کے پیٹوں کے اندر [دو ناپسندیدہ چیزوں] گوبر اور خون کے درمیان سے ہم تم کو خالص دُودھ پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے۔ بلاشبہ اسی طرح کھجور اور انگور کے پھل بھی اللہ کی قدرت کے مشاہدے اور اُس پر ایمان کی نشانیاں ہیں، اِن پھلوں سے تم نشے کی چیزیں بھی بناتے ہو اور کھانے کی پاک چیزیں بھی۔ اور دیکھو، تمھارے رب نے شہد کی مکھی پر یہ بات اُس کی ساخت میں وحی سے ودیعت کر دی کہ وہ پہاڑوں اور باغوں میں، اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں، اپنے چھتّے بنائے۔ ....[مفہوم آیات ۶۶-۶۸]

اور ہر طرح کے میوے [شہد کی مکھی کے لیے پھلوں کا رس بمنزلہ میووں کے ہے] کھا کے اپنے رب کی متعین کی ہوئی راہوں پر اُڑتی رہے۔ اِس مکھی میں سے ایک رنگ برنگی رطوبت، ایک شربت نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔ بلاشبہ یہ مکھی بھی غور و فکر کرنے والے لوگوں کے لیے اللہ کی خلاقیت، قدرت اور وحدانیت پر ایک گواہی ہے۔ اور دیکھو، اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا، پھر وہی تم کو [مختلف عمُروں میں] موت دیتا ہے، اور تم میں سے بعض کو بڑھاپے کی بدترین [ارذل] عمر تک پہنچا دیا جاتا ہے، جہاں پہنچ کر حالت یہ ہوتی ہے سب کچھ جاننے کے بعد وہ کچھ نہیں جانتے حق یہ ہے کہ اللہ ہی کُلّی علم اور قدرت کامل رکھنے والا ہے۔ .... [مفہوم ۶۹ - ۷۰]

انسانوں کی مثالیں اللہ پر چسپاں نہ کرو

غور کرو، اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر معاشی اعتبار سے برتری دی ہے اور پھر جن کو یہ برتری ملی ہے وہ

[۱۴] دودھ اور شہد کی نعمتوں کی طرف توجہ دلانے کے بعد، اللہ سوال کرتا ہے کہ کس نے مکھی کو دور و نزدیک ٹیڑھی میڑھی راہوں پر اڑنا اور جگہ، جگہ سے پھلوں کا رس جمع کرنے کے لیے پہنچ جانا سکھایا اور پھر اپنے جسم میں اُن کو شہد میں تبدیل کرنے کا ہنر دیا؟ یہ ایک مکھی ہی خالق کائنات کی خلاقیت اور قدرت پر گواہی کے لیے کافی ہے۔ جھوٹے معبودوں نے بھی کیا کوئی ایسی چیز بنائی ہے ؟ جھوٹے معبودوں کی لاچارگی اور ناطاقتی کا تو عالم یہ ہے کہ اگر اُن کے آستانوں، مزاروں پر چڑھائی ہوئی نذر نیاز کی مٹھائی میں سے مکھی ایک ذرہ لے اُڑے تو وہ سب مل کر بھی اُس سے واپس نہیں چھین سکتے۔

ایسا نہیں کرتے کہ اپنے مال کو اپنے ماتحتوں [یا غلاموں] میں تقسیم کر کے برابر کے حصہ دار بن جائیں۔[جب تم ایسا کرتے ہو تو اللہ سے کیوں کر توقع ہے کہ وہ اپنی سلطنت، اقتدار و اختیارات دوسروں میں تقسیم کر دے؟] تو کیا یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کے منکر ہو رہے ہیں؟ اور اللہ ہی نے تمھارے لیے تمھاری جنس سے بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمھارے بیٹے اور پوتے پیدا کیے اور تمھیں عمدہ و پسندیدہ چیزیں کھانے کو دیں۔ اس سب کے مشاہدے کے باوجود کیا یہ لوگ باطل [شرکیہ] عقائد رکھتے اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں! اور اللہ کے سوا اُن کی عبادت کرتے ہیں جو اِن کے لیے نہ آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں کسی رزق کے مالک ہیں اور نہ ہی وہ تقسیم رزق کا یہ کام کر سکتے ہیں؟ [اپنے مشرکانہ فلسفوں کے دفاع میں تم انسانوں] کی مثالیں اللہ پر چسپاں نہ کرو، اللہ تو ہر چیز جانتا ہے، جب کہ انسان نہیں جانتے۔ .... [مفہوم آیات ۷۱ تا ۷۴]

اللہ ایک مثال دیتا ہے۔ دو افراد ہیں، ایک شخص ایسا ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے مال و دولت و اقتدار میں فراوانی دی ہے اور وہ اس میں سے کھلے اور چھپے خوب خرچ کرتا ہے، دوسرا اُس کا ماتحت ہے جو خود خرچ کرنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ بتاؤ، کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ کہو، ساری تعریفیں اور شکریے اللہ ہی کے لیے ہیں۔ مگر اکثر لوگ اس سیدھی بات کو نہیں سمجھتے[15]۔ اللہ ایک اور مثال بیان کرتا ہے۔ دو آدمی ہیں۔ ایک گونگا ہے جو سن سکتا ہے نہ بول سکتا ہے [کسی کام کی صلاحیت نہیں رکھتا] اور وہ اپنے آقا پر ایک بوجھ ہے، جہاں کہیں اس کو بھیج دو، اُس سے کوئی کام نہ بن پائے۔ دُوسرا شخص ایسا ہے کہ ہر کام کو اُس کے مرتبے و مقام کے لحاظ سے پورا کرتا اور عمدہ متعین طریقے سے چلتا ہے۔ بتاؤ کیا یہ دونوں کارکن یکساں ہیں؟ .... [مفہوم آیات ۷۵ - ۷۶]

آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ باتوں کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے۔ اور رہا قیامت کا معاملہ؟ .... تو سُنو! اِس کے واقع ہونے میں کچھ دیر نہ لگے گی، بس پلک جھپکنے جتنی بلکہ اس سے کہیں جلد تر! بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ نے تم کو تمھاری ماؤں کے پیٹوں سے جب نکالا تو تم کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ اُس نے تمھیں کان دیے، آنکھیں دیں، اور دل [علم و شعور سے فیصلہ کرنے والا دماغ] عطا کیا، تاکہ تم شکر گزار بنو[16]۔ کیا اِن منکرین نے کبھی

---

۱۵ قرآن مجید، اللہ اور جھوٹے معبودوں پر اِن دو افراد کی تمثیل بیان کرتا ہے جو کسی کو کچھ دینے دلانے کے معاملے میں ہر گز برابر نہیں؟ جب غیر اللہ سے مانگنے والوں کے لیے اِن دونوں افراد کے برابر نہ ہونے کا اعتراف و اعلان کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو اُن کو بتایا جائے کہ حقیقی دینے والا خالق و مالک اور تمھارے من گھڑت نہ کچھ بنانے والے اور نہ دینے والے جعلی معبود کس طرح برابر ہو سکتے ہیں، مگر تلخ حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ اس سیدھی بات کو نہیں سمجھتے۔

۱۶ یہ تینوں اعضاء علم کے حصول کی کلید ہیں، یہی صرف تین دروازے ہیں جن سے علم انسان تک پہنچتا ہے۔ ویسے تو تمام ہی اعضا اور تمام ظاہری اور باطنی قویٰ [طاقت و صلاحیت] اللہ ہی نے عطا کیے ہیں۔

پرندوں کو نہیں دیکھا کہ فضا میں کس طرح تیر رہے ہیں؟ اللہ کے سوا کون ہے جو اِن کو ہوا میں متوازن و قایم رکھتا ہے؟ ایمان سے مناسبت رکھنے والوں کے لیے اِس میں اللہ کی خلاقیت، قدرت اور وحدانیت کی گواہی ہے۔

اللہ نے تمھارے لیے تمھارے گھروں کا سکون پیدا کیا۔ اسی نے چوپایوں کی کھالوں سے تمھارے لیے ایسے خیمے بنائے جنھیں تم سفر اور قیام، دونوں حالتوں میں ہلکا پھلکا پاتے ہو۔ اُس نے جانوروں کے روؤں، اُون اور بکریوں کے بالوں سے تمھارے لیے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کر دیں جو ایک وقت مقررہ تک تمھارے کام آتی ہیں۔ .... [مفہوم آیات ۷۹ - ۸۰]

اور اللہ ہی نے اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی چیزوں سے تمھارے لیے چھاؤں کا انتظام کیا، پہاڑوں میں تمھارے فائدے کے لیے غار بنائے، اور تمھارے لیے ایسے لباس بنائے جو تمھیں گرمی سے بچاتے ہیں، اور ایسے [آہنی] لباس بھی جو باہمی جنگوں میں تمھاری حفاظت کرتے ہیں۔ وہ اس طرح تم پر اپنی نعمتیں تمام کر رہا ہے شاید کہ تم تابع دار بنو۔ [اے محمدؐ، تمھاری دل سوزی سے پیغام رسانی کے باوجود] اب اگر یہ لوگ مُنہ موڑتے ہیں تو [دل شکستہ نہ ہو] تم پر سوائے صاف پیغامِ حق پہنچا دینے کے اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ اللہ کی نعمتوں کا ادراک رکھتے ہیں، پھر بھی ان کا انکار کرتے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ اِن منکرین میں سے اکثر تمھاری بات ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔ .... [مفہوم آیات ۸۱ - ۸۳]

منکرین کی بد مستیوں کو نظر انداز کرو

[آج اِن کی بد مستیوں کو نظر انداز کر کے، اُس دن کو تصور میں لاؤ] جب کہ ہم ہر اُمّت میں سے ایک گواہ کو کھڑا کریں گے، پھر کافروں کو نہ معذرت کرنے کا موقع ہو گا اور نہ ہی ان سے توبہ واستغفار کا مطالبہ کیا جائے گا۔ گناہ گار لوگ جب عذاب کو دیکھ لیں گے تو پھر نہ اُن کے عذاب میں کوئی کمی ہو گی اور نہ اُنھیں کوئی مہلت دی جائے گی۔ اور جب وہ لوگ جنھوں نے دنیا میں شرک کیا تھا اپنے ٹھہرائے ہوئے معبودوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے پروردگار، یہی ہیں ہمارے وہ شرکاء، جنھیں ہم تجھے چھوڑ کر پُکارا کرتے تھے۔ اس پر اُن کے وہ معبود اُنھیں صاف جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔ .... [مفہوم آیات ۸۴ - ۸۶]

گزرے ہوئے برگزیدہ بندے، جنھیں پوجا گیا

جیسا کہ اوپر گزری آیات میں کہا گیا کہ جب شرک کرنے والے، اپنے اُن بزرگوں کو اللہ کے آگے بے بس اور جھکا ہوا دیکھیں گے، جنھیں اپنا معبود بنا لیا تھا تو کہیں گے کہ اے پروردگار، یہی ہیں ہمارے وہ شرکاء،

جنھیں ہم تجھے چھوڑ کر دست گیری اور مشکل کشائی کے لیے پُکارا کرتے تھے۔ وہ پوجے گئے بزرگ، اللہ سے ڈرتے کانپتے عرض کریں گے یہ جھوٹے ہیں ہم نے کبھی نہ دعویٰ دست گیری و خدائی کیا تھا اور نہ ہم نے اِن سے کہا تھا کہ ہماری دہائی دیا کرو اور ہم سے دعائیں مانگا کرو۔ اب مزید بتایا جارہا ہے کہ اُس دن، اللہ ہر اُمّت میں سے ان کے مقابلے پر ایک گواہ [نبیوں کو اور داعیانِ توحید] کھڑا کریں گے، اور نبی ﷺ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

اُس دن [روزِ قیامت] سارے منکرین اللہ کے آگے سر جُھکادیں گے اور اِن کی وہ ساری افترا پردازیاں کافور [غائب] ہو جائیں گی جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ جن لوگوں نے خود کُفر کیا اور دُوسروں کو بھی اللہ کے دین سے روکا، اِس فساد کے بدلے میں اُنھیں ہم ہر آن زیادہ ہو جانے والے، ایک کے بعد ایک عذاب میں مبتلا کریں گے (اے محمدؐ، اُنھیں اُس دن سے خبردار کردو) جب کہ ہم ہر اُمّت میں اُنھی میں سے ان کے مقابلے پر ایک گواہ کو کھڑا کریں گے، اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے[17] (یہ اسی شہادت کی تیاری ہے کہ) ہم نے ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی یہ کتاب تم پر اُتاری ہے جو ہدایت و رحمت اور بشارت ہے فرماں برداروں کے لیے۔
[مفہوم آیات ۸۷ - ۸۹] ....

مکی سورتوں کو نزولی ترتیب سے مطالعہ کرنے والے قارئین سُوْرَۃُ النَّحۡل کی اگلی آیات سے ایک دم لب ولہجہ میں تبدیلی محسوس کر سکتے ہیں۔ اب تک انتہائی فہمایش کا انداز تھا، جو یکایک ایک شاہانہ فرمان کا انداز اختیار کر لیتا ہے۔ اوپر گزری آیات میں بھی سمجھاتے سمجھاتے تیرہ برس گزر جانے اور اتمامِ حجت کا احساس عیاں ہے مگر یہاں خطاب میں نبی ﷺ کے مکّے میں قیام کے آخری ایّام سے نکلنے کے بعد یثرب میں اسلامی ریاست کے قیام سے جو تبدیلی آنے والی ہے اُس کی مہک آرہی ہے۔ انداز بتا رہا ہے کہ مسلمانوں کا گروہ ایک طویل عرصے ظلم و ستم سہہ کر صابر و شاکر تبلیغی جماعت سے تبدیل ہو کر ریاست میں بااقتدار جماعت بننے والا ہے، مسلمانوں کو یہ احکامات بھی ہیں اور ممنوعات پر تنبیہ بھی ہے، آپ اِن احکامات و

---

۱۷ یہاں رسول کریم ﷺ کے گواہ ہونے کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ اپنی امت کے خیر و شر پر گواہ ہوں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا کمالِ عدل ہے کہ ہر رسول اپنی امت پر گواہی دے گا، کیوں کہ وہ اپنی امت کے اعمال کے بارے میں کسی دوسرے کی نسبت زیادہ حق رکھتا ہے، وہ اتنا عادل اور اپنی امت کے بارے میں اتنا شفیق ہوتا ہے کہ وہ اِن کے بارے میں صرف اس چیز کی گواہی دے گا جس کے وہ مستحق ہوں گے۔

تنبیہات میں بنی اسرائیل اور دیگر انبیاء کی امتوں سے جو میثاق لیے گئے اُن کا رنگ دیکھ سکیں گے۔ اِن احکامات و تنبیہات کے ساتھ اگر سابق میں سُوۡرَۃُ الۡمُؤۡمِنُوۡن، سُوۡرَۃُ الۡفُرۡقَان، سُوۡرَۃُ الرَّعۡد اور سُوۡرَۃُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡل میں وارد تعمیرِ سیرت کے عناصر پیشِ نظر رہیں [دیکھیے جلد ششم، باب ۹۲، صفحات ۱۸۴ تا ۱۹۵] تو صاف نظر آجائے گا کہ اسلام کس کردار کے انسان کی تعمیر چاہتا ہے، اس موضوع [تعمیر سیرت و کردار] کی تکمیل جلد ہی ایک دو ماہ بعد نازل ہونے والی سورۃ الانعام میں مَا حَرَّمَ رَبُّکُمۡ عَلَیۡکُمۡ کی تفصیلات نازل ہونے کے ساتھ ہو جائے گی۔

یثرب میں نمازِ جمعہ کا آغاز اور آیتِ خطبہ جمعہ کا نزول

ایک بہت اہم بات جو نوٹ کرنے کی ہے وہ یہ کہ سُوۡرَۃُ النَّحۡل کی اگلی آیہ مبارکہ وہ ہے جو ہر جمعے کو خطبہ مسنونہ میں خطیبِ جمعہ ہمیں سناتا اور یاد دلاتا ہے، افسوس کہ اکثر سنانے والوں کو اور نہ اکثر سننے والوں کو معلوم ہے کہ اللہ، اس آیت میں کیا احکامات و تنبیہات مسلمانوں کو دے رہا ہے، یہ احکامات اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ کے تحت بیان ہوئے ہیں۔ یہ کوئی تجاویز یا نصیحت نہیں ہیں، یہ بھکاری کی بھیک یا سوالی کا سوال نہیں ہیں۔ یہ خالقِ کائنات کے احکامات ہیں، احکاماتِ مالک الملک!

ایک اہم نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ ابھی تک مکہ میں نہ کوئی مسجد مسلمانوں کے زیرِ انتظام ہے نہ اذانوں کا نظام ہے اور نہ ہی جمعے کی فرضیت۔ اِن اوقات میں جب یہ آیات نازل ہو رہی ہیں، جو آج ڈیڑھ ہزار برس سے پوری امت مسلمہ کے بیش تر خطباتِ جمعہ میں یاددہانی کے لیے سُنائی جاتی ہیں، یہ وہی وقت ہے جب اسعد بن زرارہؓ یثرب میں جمعے کے قیام کے لیے کوشاں ہیں [اس کی تفصیل اگلے ابواب میں آرہی ہے۔] بندوں کو بہت سی باتیں اتفاقی نظر آتی ہیں مگر کائنات کے تمام کام اللہ کے ایک منصوبے کے مطابق انجام پاتے ہیں اور ایک پتا بھی اتفاقی طور پر نہیں ہلتا، پس اللہ کی اس منصوبہ بندی میں کمالِ ہم آہنگی کو دیکھیے کہ یہاں یہ آیات خطبہ جمعہ نازل ہو رہی ہیں اور اُدھر مستقبل قریب میں یثرب میں بننے والی اسلامی مملکت کا بانی [اسعد بن زرارہؓ] اپنے شہر میں قیامِ جمعہ کی سوچ رہا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ	جان لو، اللہ حکم دیتا ہے
بِالۡعَدۡلِ	بے لاگ عدل وانصاف کا

وَ الۡاِحۡسَانِ	اور اُس سے بڑھ کر ایثار کے ساتھ نیکی واحسان کا
وَاِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی	قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور دینے دلانے کا
وَیَنۡہٰی	اور منع کرتا ہے
عَنِ الۡفَحۡشَآءِ [۱۸]	شادی کے دائرے سے باہر ہر طرح کی جنسی لذت اندوزی سے
وَ الۡمُنۡکَرِ وَ الۡبَغۡیِ	اور تمام بُرے کاموں سے اور ہر نوع کی ظلم و زیادتی سے۔
یَعِظُکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ	وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے شاید کہ تم نصیحت کو پلے باندھ سکو
....	[آیت اور مفہوم آیت ۹۰]

یثرب میں داخلے سے قبل یہود کو معاہدوں کی پابندی کا درس

اگلی آیات میں وعدوں اور معاہدوں کی سختی کے ساتھ پابندی کی یاد دہانی ہے۔ یہ یاد دہانی اس انداز سے ہے کہ لگتا ہے ایک خاص گروہ سامنے ہے جو پابندی عہد کے معاملے میں بہت کم زور ہے۔ یہ گروہ اللہ سے اپنے عہد کو پورا نہیں کر رہا ہے، یہ گروہ قسمیں کھانے کا بھی بہت عادی ہے۔ اِس گروہ نے کبھی بہت اعمالِ صالحہ بھی کیے ہیں مگر اب اللہ سے بد عہدی کے ذریعے اپنی نیکیوں اور کیے کرائے پر پانی پھیرنے پر تُل گیا ہے۔ یہ گروہ معاہدوں کو دھوکہ دہی کا ذریعہ بناتا ہے۔ ظاہر ہے یہ قریش نہیں ہیں، یہ ٹھیک ہے کہ کفر پر جمے ہیں لیکن اعلیٰ انسانی اوصاف [سچائی، ایفائے عہد، بہادری، مہمان نوازی، سخاوت] میں زمین پر اِن کا کوئی ہم پلہ نہیں ہے، اسی لیے اللہ نے اپنے آخری نبی کو بھیجنے کے لیے اس انسانی معاشرے کا انتخاب کیا۔ یہ گروہ حبش اور یمن میں آباد نصاریٰ کا بھی نہیں ہے کہ اوپر درج شدہ باتوں میں سے کوئی بات اُن پر صادق نہیں آتی۔ یہ گروہ نواحِ یثرب میں آباد یہود کا ہے، ساری باتیں اِن پر صادق آتی ہیں۔ چناں چہ اب روئے سخن یہود کی جانب مڑ رہا ہے:

---

۱۸ آیہ مبارکہ میں ممنوع چیزوں میں پہلی چیز فحشاء ہے، جو لغوی اعتبار سے اپنے دائرے میں ہر اُس بڑے گناہ کو سمو لیتی ہے، جس کو شریعت اور فطرتِ سلیم بُرا سمجھتی ہوتاہم اِس کا عمومی اطلاق شادی کے دائرے سے باہر ہر طرح کی جنسی لذت اندوزی پر ہوتا ہے۔ اِن کا اطلاق ناجائز جسمانی تعلقات کے علاوہ فحاشی پر اکسانے والے افسانے، ناول، فلمیں، گانے، موسیقی، تصویریں، کپڑے، میک اپ، وضع قطع، ڈائیلاگ، ذو معانی جملوں سمیت ایسی تمام چیزوں پر ہوتا ہے جو بے حیائی کو فروغ دیں۔ صاحبِ تفہیم القرآن نے فحش کاموں میں بخل، زنا، برہنگی و عُریانی، عملِ قومِ لوط، محرّمات سے نکاح کرنا، چوری، شراب نوشی، بھیک مانگنا، گالیاں بکنا اور بد کلامی کرنا وغیرہ کو بھی شامل کیا ہے۔ ایسا ہی قدیم مفسرین سے منقول ہے۔

یہود تورات کو پڑھتے تھے، تورات پر اُن سے عہد لیا گیا تھا، اسی لیے اُسے عہد نامہ بھی کہا جاتا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ بنواسماعیل میں آنے والا نبی، سچا نبی ہے اور یہ قرآن حق ہے۔ اُن کی عصبیت اُنھیں یہ اجازت نہیں دیتی تھی کہ غیر بنی اسرائیلی نبی پر ایمان لے آئیں اور اُس کی نصرت کریں، جب کہ اُن سے تورات کے عطا کرتے وقت اس بات کا عہد لیا گیا تھا کہ وہ آنے والے نبی کی نصرت کریں گے۔ اب جب کہ نبی ﷺ کی تعلیمات اور اہلِ ایمان کا اثر دور دور تک پھیل رہا تھا اور کچھ دنوں کی بات تھی کہ ایک اسلامی ریاست قایم ہونے والی تھی تو اُن کو اپنی مذہبی چودھراہٹ خطرے میں نظر آرہی تھی۔ وہ مکّے میں نازل ہونے والے قرآن میں بڑی دل چسپی لے رہے تھے، رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرنے اور نیچا دکھانے کے لیے قریش کو طرح طرح کی پٹّیاں پڑھاتے اور زچ کر دینے والے سوالات سکھاتے۔

اگلی دو آیات میں پہلی بات یہ کہی گئی کہ 'وہ تمھیں وعدں اور معاہدوں کے بارے میں یاد دلاتا ہے'؛ یہ بات پہلے سے جاری موضوع کردار کی تعمیر کے عناصر میں اس طرح ہم آہنگ اور جذب ہے کہ پتا ہی نہیں چلتا کہ روئے سخن تبدیل ہو گیا ہے۔ آگے کہا گیا کہ 'اللہ کے عہد کو پُورا کرو جب کہ تم وہ باندھ چکے ہو' یہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی ایسا گروہ ہے جو اللہ سے کوئی عہد باندھ چکا تھا، کیا یہ صحابہ کرامؓ ہیں؟ ایمان لانے کے ساتھ ایک عہد وفاداری تو ویسے ہی لازم آتا ہے مگر اندازِ بیان سے محسوس ہونا شروع ہوتا ہے کہ کسی خاص معاہدے یا وعدے کی جانب اشارہ ہو رہا ہے۔

یہود سے خطاب میں اُن کو وہ وعدہ یاد دلایا جا رہا ہے کہ اُنھوں نے نبی موعود کی نصرت کا وعدہ کیا تھا، اب وہ اُس سے روگردانی نہ کریں۔ آگے جو کہا گیا اُس کا مدعا یہ ہے کہ اپنی قسموں کے ذریعے جھوٹ کو فروغ نہ دو، یہود قسمیں کھانے کے معاملے میں بڑے فراخ دل اور مشہور تھے، قسمیں کھا کر قریش کے سامنے نبی ﷺ کی تکذیب تک سے نہ چوکتے تھے۔ کردار کی اس خامی کے اشارے سے یہ یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ اب مخاطب اہلِ ایمان نہیں بلکہ کوئی اور ہیں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اہلِ ایمان کا گروہ ہرگز مخاطب نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اُن کی قسمیں کھانے کی عادت کے تذکرے نے صاف اشارہ کر دیا کہ اب یہود کی طرف اشارہ ہے۔ مزید کہا گیا کہ: تمھاری حالت اُس عورت کی سی نہ ہو جائے جس نے خود محنت سے سُوت کاتا اور پھر خود ہی اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ جملہ یہود کو صاف بتا رہا ہے کہ ایک طویل عرصے سے

ایمان باللہ، رسالت اور آخرت کا علَم اُٹھائے تم چل رہے ہو، کیا اس ساری محنت پر پانی پھیر دو گے؟ اور عرب کی اُس مشہور دیوانی، پاگل عورت کی طرح ہو جاؤ گے جو شام کو دن بھر کی محنت سے اپنا کاتا ہوا سارا سوت کنویں میں پھینک دیتی تھی۔

ہجرت سے ماقبل یہود سے خطاب کی اہمیت

اس موقع پر یہود سے یہ خطاب بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ بس اب چند مہینوں کی دیر ہے کہ اللہ کا نبی ؐمکہ چھوڑ کر مدینے میں منتقل ہونے والا ہے، جہاں یہ یہود آباد ہیں۔ نبی ﷺ نے وہاں پہنچتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ بشمول قبائلِ یہود شہر کے اطراف میں بسنے والے تمام قبائل اور گروہوں سے صلح و آشتی سے رہنے کے ساتھ بیرونی حملہ آوروں سے متحدہ طور پر شہر کا دفاع کرنے کا معاہدہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ پیشگی تنبیہ ہے کہ معاہدے کر کے خلاف ورزی نہ کرنا، کون جانتا تھا آنے والے چند برسوں میں یہود کے دو بڑے قبائل اِسی معاہدوں کی خلاف ورزی کے جرم میں جلاوطن کیے جائیں گے اور پھر تیسرے قبیلے کے تمام قابل جنگ مرد قتل اور باقی تمام لونڈی غلام بنا لیے جائیں گے۔ اس ذرا طویل تمہید کے بعد آیات مبارکہ کا مفہوم مطالعہ فرمائیے:

> [اے یہود[۱۹]] وہ تمھیں وعدں اور معاہدوں کے بارے میں یاد دلاتا ہے۔ اللہ کے عہد کو پُورا کرو جب کہ تم وہ باندھ چکے ہو۔ اللہ کا نام لے کر، اُس کو گواہ بنا کر اپنی قسموں کی سچائی کا لوگوں کو یقین دلانے کے بعد معاہدوں کو توڑ نہ ڈالو۔ اللہ تمھاری نیتوں اور افعال، سب سے باخبر ہے۔ تمھاری حالت اُس عورت کی سی نہ ہو جائے جس نے خود محنت سے سُوت کاتا اور پھر خود ہی اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ تم اپنے وعدوں اور معاہدوں کو ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کا ذریعہ بناتے ہو تا کہ ایک قوم دُوسری قوم سے بڑھ کر فائدے حاصل کرے، حالاں کہ اللہ اِن معاہدوں کے ذریعے تمھاری آزمایش کرتا ہے۔ خبردار، وہ قیامت کے دن اس چیز کو اچھی طرح تم پر واضح کر دے گا جس میں تم جھگڑ تے رہے تھے۔ .... [مفہوم آیات ۹۱ - ۹۲]

---

۱۹ آیہ مبارکہ میں وعدں اور معاہدوں کی پاس داری کی یاد دہانی عام ہے نہ کہ صرف یہود کے لیے، تاہم نزول کے موقع پر اس یاددہانی کے سب سے زیادہ مستحق یہود نظر آ رہے تھے کہ اس معاملے میں وہ بہت ہی کچّے تھے جب کہ قریش اور مسلمان وعدوں کو وفا کرنے کے معاملے میں مضبوط تھے۔ مزید یہ کہ آنے والے ایّام میں یہود کے ساتھ مسلمانوں کے معاہدے ہونے والے تھے، جس کا علم اگرچہ نزول کے وقت کسی کو نہیں تھا، مگر اللہ تو جانتا تھا۔ افسوس کہ یہود نے اس یاد دہانی کا کوئی اثر نہیں لیا، نتیجتاً وہ مدینے سے نکالے گئے۔

اگر اللہ چاہتا تو سارے اختلافات ختم کر کے تم سب کو ایک ہی دین و مذہب پر جمع کر دیتا لیکن وہ جسے چاہے گم راہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے، یقیناً تم جو کچھ [اپنے اختلافات پر جھگڑتے ہوئے] کر رہے ہو اس کے بارے میں سخت احتساب ہونے والا ہے۔ تم اپنی قَسموں کو آپس میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے کا ذریعہ نہ بنالینا، مبادا کہ کسی کے قدم دینِ اسلام میں جمنے کے بعد اُکھڑ جائیں اور تم لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے کے جرم میں سخت سزا بُھگتو[20]۔ اللہ سے کیے گئے عہد کو دنیا کی متاعِ قلیل کے بدلے نہ بیچ ڈالو، جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ .... [مفہوم آیات ۹۳- ۹۵]

بہترین عمل کے معیار پر سارے اعمال کا اجر تخمین ہو گا

ایمان کی راہ میں، اعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد کے دوران، ایک بندہ مومن مختلف جذباتی اور ایمانی کیفیات کے بلند اور کم تر درجات میں رہتے ہوئے کشمکش سے گزرتا ہے۔ اِن لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے دو (۲) وعدے ہیں، پہلا یہ کہ اِس راہ میں صبر واستقامت سے چلنے والوں کو ہر حال میں امن وسکون اور ذہنی اور جذباتی طمانیت اور سرخوشی سے بھرپور زندگی عطا کرے گا۔ دوسرا یہ کہ سارے نیک اعمال اپنی نیت اور کیفیت کے اعتبار سے انتہائی اعلیٰ درجے کے نہیں ہوتے، کبھی نماز کی ادائیگی بہت خشوع وخضوع سے ہوتی ہے اور کبھی اُس میں مطلوب سے بھی کمی رہ جاتی ہے، اسی طرح صدقات وخیرات میں کبھی اخفا اور ایثار بہت زیادہ ہوتا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوتا۔ اللہ کا اس کشمکش میں اپنے صبر واستقامت سے گزرنے والوں کے لیے دوسرا وعدۂ انعام یہ ہے کہ اُن کے سارے اعمال کا وزن اُن کے بہترین عمل کے مطابق ہو گا، یعنی تمام نمازوں کا اجر سب سے بہتر پڑھی گئی نماز کے حساب سے ہو گا، مگر یہ پیشِ نظر رہے کہ وہ خالی نمازی ہی نہیں بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد میں آزمایشوں سے صبر واستقامت سے گزرنے والا ہو! یہاں اس بات کی خصوصی یاد دہانی ہے کہ اعمالِ صالحہ کی صحت اور ان کی قبولیت کے لیے شرطِ اوّلین ایمان ہے بلکہ اعمال صالحہ کو ایمان کے بغیر اعمالِ صالحہ کہا ہی نہیں جاسکتا۔

---

۲۰ ہم محذوفات کو کھول کر اِس آیت کے مفہوم کو پیش کر رہے ہیں، پڑھیے: اے گروہِ یہود! تم اپنی قَسموں کو آپس میں ایک دوسرے کو اور پٹیاں پڑھاتے ہوئے، مشرکینِ قریش کو دھوکہ دینے کا ذریعہ نہ بنالینا، مبادا کہ اسلام کی طرف مائل ہوتے ہوئے کسی قریشی یا یہودی کا قدم دینِ اسلام میں جمنے کے بعد تمھاری دھوکہ دہی سے اُکھڑ جائے اور تم لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے کے جرم میں سخت سزا بُھگتو۔

اے ایمان والو! جو کچھ بھی مالِ دنیا تمھارے پاس ہے وہ خرچ ہو جانے والا [consumable] ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے[21]، اور ہم ضرور [ایمان کی راہ میں] صبر واستقامت برتنے والوں کو اُن کے اعمال کے اجر، اُن کے بہترین عمل کے معیار پر دیں گے۔ تم میں سے جو بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، شرط بس اتنی ہے کہ مخلص مومن ہو، اُسے ہم دُنیا میں [قابلِ رشک حیاتِ طیبہ] پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو اُن کے اعمال کے اجر، اُن کے بہترین عمل کے معیار پر دیں گے۔ پس جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود کی وسوسہ اندازی سے اللہ کی پناہ طلب لیا کرو[22] اُس کا زور اُن لوگوں پر نہیں چلتا، جو ایمان والے اپنے رب کے بھروسہ پر کام کرتے ہیں۔ اُس کا داؤ تو بس اُنھی پر چلتا ہے جو اُس کو اپنا سرپرست بناتے اور اُس کے وسوسوں کو درست جان کر شرک کرتے ہیں۔ .... [مفہوم آیات ۹۶ - ۱۰۰]

جب ہم ایک آیت [حکم] کی جگہ دُوسرے حکم کے نفاذ کے لیے آیت نازل کرتے ہیں......... [تو اس میں اعتراض کی کوئی گنجایش ہی نہیں کہ] اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ اتارتا ہے۔ اِس پر لوگ [یہود] کہتے ہیں کہ تم یہ قرآن اپنے دل سے تصنیف کرتے ہو۔ [اِن کے اعتراضات کے پیچھے] اصل بات یہ ہے کہ اعتراض کرنے والوں میں سے اکثر لوگ حقیقت [احکامات کی تاریخ اور فلسفے] سے واقف نہیں ہیں۔ اِن سے کہو کہ اسے تو رُوح القدس [جبریلِ امینؑ] بالکل صحیح طور سے مجھ تک لے کر آئے ہیں تاکہ ایمان والوں کے ایمان میں پختگی ہو، کشمکش میں رہ نمائی ہو اور دنیا اور آخرت میں کام یابی کی بشارت ہو جائے۔ ہمیں خوب معلوم ہے یہ لوگ تمھاری زبان سے اس قرآن کے اجرا پر کہتے ہیں کہ اِس شخص [محمدؐ] کو ایک آدمی سکھاتا پڑھاتا ہے۔ حالاں کہ جس آدمی کی طرف یہ فصیح عربی خطابت سکھانے کو منسوب کر رہے ہیں، اُس کی زبان تو عجمی [غیر فصیح] ہے اور یہ قرآن تو فصیح ترین عربی مبین ہے۔ .... [مفہوم آیات ۱۰۱-۱۰۳]

---

۲۱ اس آیتِ کریمہ میں، زُہد اور دنیا سے بے رغبتی کی ترغیب دی گئی ہے، اِس سے مراد اُن چیزوں کو ترک کرنا اور اُن سے پہلو بچانا ہے جو بندے کو ایمان کے تقاضے پورے کرنے کی راہ میں حائل ہوں اور بندہ دنیاوی چیزوں میں اتنا نہ مشغول ہو جائے کہ حقوق اللہ پر اُن دنیاوی چیزوں کو ترجیح دینے لگے، یہ زُہدِ متعین ہے، یہ زُہد فرض ہے۔ عبادات مثلاً نماز، روزے اور ذکر وغیرہ پر توجہ مرکوز کر کے دنیا کو ترک کر دینا اسلام میں ہر گز مطلوب نہیں، رسول اللہ ﷺ نے اس کی کبھی تعلیم نہیں دی، ایسا زہد، زہدِ ممدوح نہیں ہے۔ پس حقیقی زہد یہ ہے کہ بندہ ہر اُس چیز سے منہ موڑ لے جس کا دین و دنیا میں کوئی فائدہ نہیں اور اُس چیز کے حصول کے لیے رغبت و اعتدال کے ساتھ کوشش کرے جو دین و دنیا میں فائدہ مند ہے۔

۲۲ یہ آیہ کریمہ قرآن کی تلاوت سے قبل تعوذ کو ادا کرنا لازم قرار دیتی ہے۔ نماز میں قرأت سے قبل کہنا جہری اور سرّی دونوں ہی صورتوں میں ہے۔ چناں چہ تلاوت سے قبل ایسا کہنا بہتر ہے: أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

جو مشرکین یا کلمہ گو مسلمان اللہ کی آیات کو فیصلہ کن نہیں مانتے

اگلی آیہ مبارکہ میں کفارِ قریش کا یعنی بت پرست مشرکین کا تذکرہ ہو رہا ہے، جو معاملاتِ زندگی میں اللہ کے بیان [آیات] کو فیصل نہیں مانتے؛ مگر آج آپ کو ایسے لوگ دو چار نہیں بلکہ ہزاروں ہزار کی تعداد میں مسلم کلمہ گو معاشروں میں مل جائیں گے۔ یہ لوگ کہیں چھپے ہوئے نہیں ہیں، ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ قلبی طور پر مخلص مومن ہوں مگر عمل میں کوتاہی ہو جاتی ہو، زانی، شرابی یا سود خور ہونے پر شرم سار ہوں اگر ایسے ہوں تو باآسانی اصلاح کی طرف آ سکتے ہیں مگر اعلانیہ اسلام کے احکامات و حدود کا مذاق اُڑانے والے اور اصول و قوانین اور معاملاتِ زندگی میں وحی الٰہی کی ہدایت کو بالکل فضول اور گمراہی جاننے والے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک)۔ علی اعلان اپنے خیالات کا میڈیا [اخبارات، ٹی وی، انٹرنیٹ] پر اظہار کرتے ہیں۔

یہ لوگ صحافیوں، یونی ورسٹی کے پروفیسروں، عدالتوں میں قیل و قال کرنے والوں، میدانِ سیاست کے گُرگوں کے درمیان تو بہت ہیں مگر ساری معیشت و طاقت پر قابض ادارے بھی اِن کے زیرِ دام ہیں۔ تمام اسلامی ممالک کا بلا استثنا یہی حال ہے۔ پوری مسلم امہ کے جسد میں انھوں نے اپنے خونی اور آہنی پنجے گاڑے ہوئے ہیں، ہر خیر کے یہ دشمن اور ہر شر کے یہ پجاری ہیں، افسوس یہ ہے کہ صاحبانِ جبہ دستار اور ہر دم کتاب و سنت سے قیل و قال کرنے والے اِن حضرات کے ساتھ اِن کی ہاں میں ہاں ملا کر مدد و استعانت کرتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور اللہ اُن کو کبھی بھی صحیح نتیجے تک پہنچنے کی توفیق ہی نہیں دیتا۔

قرآن نے اپنے دورِ نزول میں اِن کا پیچھا کیا، اِن کی دانش وری اور علم کے نام پر جہالت کا پردہ چاک کیا تب کہیں جا کر دنیا میں مدینے کی سلطنت وجود میں آئی، جس نے ساری دنیا میں اسلام کو پہنچایا اور اپنے وقت کی تہذیبوں کو اپنے آگے سرنگوں کیا۔ ہمیں ایسے صاحبانِ علم و دانش کی ضرورت ہے جو جاہلیت سے اور اُس کی کمزور بنیادوں سے بخوبی واقف ہوں اور فہمِ قرآن سے حاصل دانش سے اُس کا رَد کر سکیں۔ ہمارے مدارس کی اکثریت جو افراد تیار کر رہی ہے، اُن کو وہ سوائے اپنے بزرگوں کے دفاع اور اختلافی کلامی مسائل میں مہارت کے کچھ مہیا نہیں کر پاتی چہ جائے کہ مغربی جامعات کے سوشل سائنسز کے پروفیسرز سے پنجہ آزمائی کی کوئی صلاحیت مہیا کرے، دوسری جانب میدانِ سیاست میں سرگرم

عمل اہلِ مذہب لوگوں کو میدانِ سیاست نے اتنا مصروف و بے حال و شکستہ کیا ہوا ہے کہ وہ اس کام کو کرنے کی صلاحیت حاصل کرنے کے بارے میں سوچنے کی فرصت نہیں رکھتے۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ جو لوگ معاملاتِ زندگی میں اللہ کے بیان [آیات] کو فیصل نہیں مانتے، اللہ اُن کو کبھی صحیح نتیجے تک پہنچنے کی توفیق ہی نہیں دیتا اور ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ہمارے نبیؐ پر جھوٹی باتیں گھڑنے کی تہمت لگانے والے جانتے ہیں کہ جھوٹ وہ لوگ خود گھڑ رہے ہیں، جو اللہ کی آیات کو جھوٹ کہتے ہیں، وہی اپنی سرشت میں پرلے درجے کے جھوٹے ہیں۔ .... [مفہوم آیات ۱۰۴-۱۰۵]

جو ایمان لانے کے بعد کلمہ کُفر کہنے پر زبردستی مجبور کیا گیا

اگلی آیہ مبارکہ اگرچہ کہ سورہ نحل میں ہے جو ہجرت مدینہ سے کچھ ہی قبل نازل ہوئی ہے مگر اس کا مضمون بتا رہا ہے کہ یہ سنہ چار نبوی کے آخر سے پانچ کے اواخر کے درمیان کسی زمانے میں نازل ہوئی ہو گی اور اسے نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے یہاں رکھا ہے۔

موضوع کی مناسبت یہ ہے کہ اللہ کے رسول کے ہم راہ جاں نثاروں اور مخلصین کا ایک گروہ ہے جو اللہ کا پسندیدہ ترین ہے، اللہ اُن سے اُن کے مقابل میں تین فریقوں کا تذکرہ کرتا ہے:

۱. پہلے اُن کافر و مشرکین کا ذکر ہوا جو ذہنی طور پر اللہ کی بات کو دنیا کے معاملات میں بالکل نامناسب جانتے ہیں، اُن کے بارے میں گزشتہ دو آیات ۱۰۴، ۱۰۵ میں کہہ دیا گیا کہ اِن لوگوں کو دنیا میں کبھی بھی صحیح نتیجے تک پہنچنے کی توفیق نہیں ملے گی اور آخرت میں اِن کے لیے دردناک عذاب ہے۔
۲. دوسرے وہ لوگ ہیں جو ظلم و تشدد سے، حالات کے جبر سے کفر پر زبردستی مجبور کیے گئے ہوں مگر اُن کا دل ایمان پر مطمئن رہا، یہ لوگ بچا لیے گئے۔
۳. تیسرے وہ لوگ ہیں جنھیں قبولیت ایمان کے ذریعے یا مسلمان گھرانوں میں پیدا کر کے اللہ نے حق سے شناسائی کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اب یہ دل کی رضامندی سے کُفر کو قبول کر رہے ہیں، اس قماش کے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور اُن جیسے سب کے لیے عذاب عظیم ہے۔

قلم یہ لکھتے ہوئے کانپتا ہے کہ آج مسلم اُمہ کا بالائی مقتدر طبقہ اِس منظر نامے میں قرآن کی نشان زدہ تیسری جگہ نظر آتا ہے [معدودے چند استثنا کے ساتھ، اِلا ما شاء اللہ]، قیامت آئے گی تو ہم میں سے ہر ایک کو معلوم ہو گا وہ کہاں کھڑا ہے۔

ایسا شخص اللہ کے غضب اور عذاب سے بچ گیا، جو ایمان لانے کے بعد کُفر کرنے پر زبردستی مجبور کیا گیا ہو[۲۳] مگر اُس کا دل ایمان پر مطمئن رہا، اِس کے بر خلاف جس نے ایک بار ایمان لانے کے بعد دل کی رضامندی سے کُفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور اُس جیسے سب کے لیے عذاب عظیم ہے۔ انھوں نے آخرت کے مقابلے میں دُنیا کی زندگی کو پسند کر لیا، اور اللہ کا قاعدہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو راہِ نجات نہیں دِکھاتا جو اُس کی نعمت کی ناشکری کریں۔ ایمان کی ناقدری[۲۴] کی اب سزا یہ ہے کہ اِن کے دِلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے۔ یہ غفلت میں ڈُوب چکے ہیں۔ لازماً آخرت میں یہی لوگ خسارے میں رہیں گے۔.. [مفہوم آیات ۱۰۶ — ۱۰۹]

اہلِ ایمان، جو ایمان کے جرم میں ستائے گئے

دوسری جانب وہ لوگ کہ جب ایمان لانے کے جرم میں ستائے گئے تو انھوں نے اللہ کی خاطر وطن کو چھوڑا، سخت مشکلات اُٹھائیں مگر ہر گام پر صبر واستقامت سے کام لیا، اِن کی اِس ثابت قدمی کے بعد یہ تیرے رب کی غفاری ورحمت کے یقینی حق دار ہیں .... [مفہوم آیت ۱۱۰]

ایک خوش حال بستی، جو اللہ کے عذاب میں مبتلا ہوگئی

آنے والی آیاتِ مبارکہ میں اہلِ مکہ کی ایک تصویر ہے، بھوک وہ ہے جس سے انھیں ابھی چند برس پہلے دورانِ قحط سابقہ پیش آیا تھا،...... خوف وہ ہے جو ان کے اعصاب پر ہر دم محمدؐ بن عبداللہ کے غالب آجانے کے تصور سے طاری ہے...... اور اِن کی قوم کا فرد جو اللہ کی طرف بلا رہا ہے اور نجات دہندہ ہے، وہ خود رسول اللہ کی ذاتِ گرامی ﷺ ہے،...... اللہ کے عذاب نے آدبوچا کا اشارہ، جلد ہی میدان بدر اور پھر احزاب کی رُسوائی کی پیش گوئی ہے۔

(اِن منکرین قریش کا فیصلہ اب آخرت ہی کے دن ہوگا) جب کہ ہر آدمی کو اپنی ہی فکر ہوگی اور ہر ایک کو اُس

---

۲۳ جبر کے تحت اکراہ کے ساتھ کلمہ کفر قابل معافی ہوتا ہے۔ یہ آیتِ کریمہ دلالت کرتی ہے کہ کسی دباؤ اور جبر کے نتیجے میں نہ چاہتے ہوئے دی گئی طلاق، کسی چیز سے دست برداری، استعفیٰ، خرید وفروخت اور کیے گئے معاہدوں کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ اِن امور پر کوئی شرعی حکم مرتب ہوتا ہے کیوں کہ جب جبر واکراہ کی صورت میں کلمہ کفر کہنے پر کوئی گرفت نہیں تو دوسرے امور زیادہ اس بات کے مستحق ہیں کہ جبر کی صورت میں اُن پر گرفت نہ ہو۔

۲۴ ایمان کی ناقدری یوں کہ اِس بڑی نعمت کو دنیا والوں سے ڈر کر یا دنیا کی محبت میں پھنس کر اس طرح ضائع کر دیا کہ دل میں بھی محفوظ نہ رکھا۔

کے اعمال کا پُورا بدلہ دیا جائے اور ان کے ساتھ ذرا بھی ناانصافی نہیں کی جائے گی۔ اللہ [اہلِ مکہ پر اُن ہی کی] بستی کی مثال بیان کرتا ہے۔ جس کے باسی امن واطمینان کی زندگی بسر کر رہے تھے اور ہر جانب سے اُس کو بفراغت سامانِ زندگی بہم ہو رہا تھا، پھر وہاں کے لوگ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری پر اُتر آئے۔ تب اللہ نے اُس کے باشندوں کو اُن کے کرتوتوں کی پاداش میں ان کو بھوک کا مزا چکھایا اور خوف کا لباس پہنا دیا۔ پھر اللہ کی رحمت سے اُن کے پاس اُن ہی کی اپنی قوم میں سے اللہ کا ایک رسُول آیا۔ مگر انھوں نے اس کو جھٹلایا اور بات نہ مانی۔ آخر کار عذاب نے آدبوچا۔ وہ خود اپنے آپ پر ظالم ہو چکے تھے۔ .... [مفہوم آیات ۱۱۱ - ۱۱۳]

پس اے لوگو! [عمومی خطاب ہے] اللہ نے جو کچھ حلال اور پاکیزہ رزق تم کو بخشا ہے اُسے کھاؤ اور نعمتوں پر اللہ ہی کا شکر ادا کرو، اگر تم اسی کی عبادت وبندگی کرتے ہو۔ .... [آیۃ ۱۱۴]

اس نے تو تم پر بس چار چیزیں [۲۵] حرام کی ہیں:

۱ مرُدار،

۲ خُون،

۳ سُؤر کا گوشت اور

۴ وہ چیز، جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے

[یعنی ایسی کوئی بھی چیز جو کسی غیر اللہ کی نذر، نیاز میں غیر اللہ کی خوش نودی کے لیے کھلائی جائے یا خرچ کی جائے] البتہ بھُوک سے مجبور ہو کر اگر کوئی اِن چیزوں میں سے کچھ کھالے، بغیر گناہ کی خواہش کے، جان بچانے کے لیے تھوڑی بھوک مٹانے کی حد تک، تو یقیناً اللہ معاف کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ اور سنو، یہ جو تمھاری زبانیں یونہی چیزوں کی حلت اور حرمت کے احکام لگاتی ہیں، اِن کو خاموش کرو [۲۶]، اللہ پر جھوٹی تہمت نہ لگاؤ۔ جو لوگ اللہ پر

---

۲۵ صاحبِ قرآن، رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے ہم یہ جانتے ہیں کہ مُردار میں مچھلی اور ٹڈی کو استثنا ہے، خون وہ ہے، جو ذبح کرتے وقت جانور کے جسم سے نکلتا ہے اور سور کے گوشت میں چربی اور کھال سمیت تمام اجزا شامل ہیں۔

۲۶ قریش نے جو پورا ایک دین گھڑ رکھا تھا اُس کی طرف اشارہ ہے کہ اب اللہ کا دین بالفعل ایک ریاست میں نظر آنے کا وقت قریب آرہا ہے، قرآن اب ایمانیات سے آگے بڑھ کر زندگی کے معاملات میں دخیل ہو رہا ہے اور متنبہ کر رہا ہے کہ حلال و حرام کے سارے اختیارات اللہ ہی کے ہیں۔ یہ تنبیہ اُس وقت کے قریش اور یہود و نصاریٰ کے مذہبی لیڈروں کے لیے بھی تھی اور آج کے اُن مسلمانوں کے لیے بھی جنھوں نے بدعات ایجاد کیں اور کھانے پینے، اور مرنے جینے کے ہر مرحلے کے لیے رسومات وگانے بجانے کا پورا ایک دین گھڑ لیا ہے، جس کی کوئی سند قرآن وسنت سے نہیں ملتی۔

جھوٹ باندھتے ہیں [اللہ کی ہدایت سے بے نیاز، اپنے ہی دل سے حلال، حرام کے فتوے دیتے ہیں] وہ ہر گز فلاح نہیں پایا کرتے۔ ....[مفہوم آیات ۱۱۵ - ۱۱۶]

شریعتِ موسوی اور شریعتِ محمدی

قریش تیرہ برس کے دوران نبی ﷺ سے ہر طرح سے گفتگو کر کے لاجواب ہو چکے ہیں، اب اونگے بونگے ایسے اعتراضات کر رہے ہیں جن میں خود اُن کے اپنے موقف کی نفی اور تضاد بیانی سامنے آرہی ہے۔ ایک چلتی ہوئی بات کہ اہلِ ایمان تو بالکل تہی داماں ہیں، مفلس اور مفلوک الحال ہیں جب کہ سردارانِ قریش اور یہود تو دنیا کی نعمتوں میں کھیل رہے ہیں [یہی صورت آج اہلِ حق اور باطل کے علم برداروں کے درمیان دنیاوی ساز و سامان کے لحاظ سے پائی جاتی ہے] اس بات کے جواب میں کہا گیا کہ " نافرمانوں کو دنیا میں خواہ کتنا ہی زیادہ سے زیادہ مال، مزے، اقتدار اور خوشیاں مل جائیں، بڑی ہی تھوڑی ہیں، آخر کار اُن کے لیے دردناک سزا ہے ! "

یہود سے سیکھ کر مشرکین دُور کی ایک کوڑی یہ لے کر آئے کہ اگر تم اُسی اللہ کے بھیجے ہوئے ہو جس نے موسیٰؑ کو بھیجا تھا تو تمھاری اور یہود کی شریعت کی حرمت اور حلت اور سبت کے دن کے احکامات کے بارے میں تضاد کیوں ہے۔ قرآن کی جانب سے جوابی سوال یہ ہے کہ ایسے ہی تضادات تمھارے اور یہود کے درمیان کیوں ہیں؟ تم بھی تو ابراہیمؑ کے ماننے والے ہو، جسے یہود بھی مانتے ہیں، ابراہیمؑ تو شرک نہیں کرتا تھا، تم کیوں کرتے ہو؟ دوسرے تمھاری یعنی ابراہیم کی شریعت میں تو اونٹ، شتر مرغ، بط، خرگوش وغیرہ حلال ہیں جب کہ یہود کے یہاں حرام ہیں۔ اِس اختلاف کی حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کو ان کی نافرمانیوں کی پاداش میں چند نعمتوں سے محروم کیا گیا تھا جن سے دوسروں کو نہیں کیا گیا۔

قریش کو بتایا جا رہا ہے کہ محمد ﷺ کو ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ شریعتِ یہود کی پیروی کا، ملتِ ابراہیمی میں یہ چیزیں حرام نہ تھیں جو یہودیوں کے یہاں حرام ہیں۔ اس جواب کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ قریشیو اور یہودیو! تم کو حقیقی ملتِ ابراہیمؑ اور ملتِ یہود سے کوئی واسطہ نہیں کیوں کہ تم دونوں ہی مشرک ہو۔ ملتِ ابراہیمی کے اصل متبعین تو اللہ کا رسول اور اس کے رفقا ہیں جن کے عقائد و نظریات اور اعمال شرک سے بالکلیہ پاک ہیں۔

رہا یہ اعتراض کہ یہود تو سبت [یعنی ہفتے کے دن] کی اتنی سخت پابندی کرتے ہیں تمھارے ماننے والے کیوں نہیں کرتے تو اس کو جواب یہ دیا گیا کہ سَبت کی پابندی بھی یہودیوں کے لیے مخصوص تھی، ملتِ ابراہیمی میں یہ کہیں نہیں تھی، بتایا گیا کہ یہودیوں کے یہاں سبت کے قانون میں جو سختیاں ہیں یہودیوں کی شرارتوں اور احکام کی خلاف ورزیوں کی وجہ سے ان پر عائد کی گئی تھیں۔

نافرمانوں کو دنیا میں خواہ کتنا ہی زیادہ سے زیادہ مال، مزے، اقتدار اور خوشیاں مل جائیں، بڑی ہی تھوڑی ہیں، آخر کار اُن کے لیے دردناک سزا ہے۔ اور یہودیوں پر جو چیزیں ہم نے حرام کیں، اُن کا ہم پہلے ہی آپؐ سے تذکرہ کر چکے ہیں یہ اُن پر ظلم نہیں تھا، درحقیقت وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے تھے۔ البتہ جن لوگوں نے جہالت کی بنا پر گناہ کیا پھر اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لی تو بے شک تمھارا رب اس کے بعد بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ ....[مفہوم آیات ۱۱۷ - ۱۱۹]

[قریش اپنے شرکیہ فلسفہ زندگی اور رسومات کو ابراہیمؑ سے منسوب نہ کریں] واقعہ یہ ہے کہ ابراہیمؑ کفر سے بھری دنیا کی تاریکی میں، تنہا ایک فردِ واحد، ایمان کا نور لیے پوری اُمّت کا معمار اوّل تھا، وہ اللہ کا مطیعِ فرمان اور ہر جانب سے رُخ موڑ کر اللہ کے کلمے کے لیے یکسُو تھا۔ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا، مشرکوں میں سے ہرگز نہیں تھا۔ اللہ نے اُس کو چُن لیا اور سیدھا راستہ دکھایا۔ دنیا میں اس کو بھلائی دی اور آخرت میں وہ صالحین میں سے ہوگا۔ اب ہم تم سے یہ کہہ رہے ہیں کہ یکسُو ہو کر ابراہیمؑ کے طریقے پر چلو اور وہ [تمھاری اور یہود کی مانند] مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ ....[مفہوم آیات ۱۲۰ - ۱۲۳]

رہا سَبت کا قانون [سنیچر کے دن کاروبارِ دنیا کو کاملاً ترک کرنے کی پابندی] تو وہ ہم نے یہود پر بطور سزا مسلّط کیا تھا، اِس لیے کہ انھوں نے اس کے احکام میں اختلاف کیا، اور یقیناً تیرا رب قیامت کے روز یہود کے درمیان اُن تمام امور کے باب میں، جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں، فیصلہ فرما دے گا۔ اے نبیؐ، اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ لوگوں کو بلایئے اور خیال رہے کہ لوگوں سے بحث و گفتگو ممکنہ بہترین[۲۷] طریقے

۲۷ مکے میں ساری دعوت بہت شایستہ ہی طریقے سے تھی، سارا ظلم و تشدد تو قریش کی جانب سے تھا، اب جب کہ قریبی زمانے میں مسلمانوں کو ریاست کی طاقت و قوت مَیسر آنے والی ہے، اگرچہ کہ خود رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اور آپ کے ساتھیوں کو نہیں معلوم کہ کہاں ٹھکانا ملے گا، ذہن سازی کی جا رہی ہے کہ طاقت مل جانے پر دعوت و تبلیغ کا اصل امتحان ہوگا، بہر طور دعوت بہت شایستہ اور حکمت کے ساتھ ہونی چاہیے۔

سے ہو۔ تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون ہدایت پانے والے ہیں۔ ......

.... [مفہوم آیات ۱۲۴ - ۱۲۵]

اور اگر تم بدلہ لو بھی تو بس اُسی قدر رَوا ہے، جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں ہی کے لیے بہتر ہے۔ اے محمدؐ، صبر سے کام کیے جاؤ[28] .... صبر ممکن نہیں، مگر اللہ ہی کی توفیق سے......... مشرکین کی حرکات پر رنجیدہ نہ ہو اور نہ ان کی چال بازیوں سے دل گرفتہ ہو۔ اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو اللہ سے ڈرتے ہوئے برے کاموں سے بچتے اور احسان کی روش پر چلتے ہیں۔ ....

.... [مفہوم آیات ۱۲۶ - ۱۲۸]

☆☆☆☆ ☆

۲۸ وہی بات ہے جو اوپر کے حاشیے میں ہے کہ طاقت مل جانے پر تم اپنی زیادتیوں کا بدلہ لے سکتے ہو مگر حدِ اعتدال سے گزرنے کی اجازت نہیں، زیادتی کا اُتنا ہی بدلہ جائز ہے جتنی زیادتی کی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ کہا گیا صبر ممکن نہیں، مگر اللہ ہی کی توفیق سے!